یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا اللہ جل جلالہ

فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون

نفع الاموات بحیلۃ الاسقاط

من تالیفات **صاحبزادہ بشیر احمد** من اولاد صاحب مبارک

کربوغہ شریف ضلع کوھاٹ

باہتمام

پیر طریقت، رہبر شریعت، آفتاب ھدایت

حضرت علامہ مفتی **سید احمد علی شاہ** سیفی نقشبندی

ناشر

شعبۂ نشر و اشاعت

جامعہ امام ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

بالمقابل پیٹرول پمپ، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن، کراچی

فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون

نفع الاموات بحیلة الاسقاط

من تالیفات صاحبزادہ بشیر احمد من اولاد صاحب مبارک

کربوغہ شریف ضلع کوھاٹ

باہتمام

پیر طریقت، رھبر شریعت، آفتاب ھدایت

حضرت علامہ مفتی سید احمد علی شاہ سیفی نقشبندی

ناشر

شعبہ نشر و اشاعت

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

بالمقابل پیٹرول پمپ، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن، کراچی

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون ۝

نفع الاموات بحيلة الاسقاط

من تالیفات صاحبزادہ بشیر احمد من اولاد صاحب مبارک

کربوغہ شریف ضلع کوہاٹ

باہتمام

پیر طریقت، رہبر شریعت، آفتاب ہدایت

حضرت علامہ مفتی سید احمد علی شاہ سیفی نقشبندی

ناشر

شعبۂ نشر و اشاعت

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

بالمقابل پیٹرول پمپ، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن، کراچی

نام کتاب نفع الاموات بحیلۃ الاسقاط

نام مولف حضرت علامہ صاجزادہ بشیر احمد صاحب

باہتمام حضرت علامہ سید احمد علی شاہ سیفی

اشاعت اوّل اگست ۱۹۸۵ء

اشاعت ثانی فروری ۲۰۰۸ء

تعداد ایک ہزار

طباعت جمیل برادرز 0332-2316945

ناشر جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن کراچی

ہدیہ ۴۰ روپے

فہرست نفع الاموات بحیلۃ الاسقاط

فہرست نفع الاموات بحیلۃ الاسقاط

فہرست نفع الاموات بحیلۃ الاسقاط

فہرستِ نفع الاموات بحیلۃ الاسقاط

فہرست نفع الاموات بحیلۃ الاسقاط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَفْضَلِ خَلْقِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ وَعَلٰی اٰلِہٖ

وَصَحَابَتِہٖ وَذُرِّیَّتِہِ الطَّیِّبِیْنَ ۝ الطَّاہِرِیْنَ ۝ اَمَّا بَعْدُ

حمد صلوٰۃ وسلام کے بعد عرض یہ ہے کہ کتاب ہذا بلسان اردو نظر قارئین پیش خدمت ہے۔ اگرچہ علماء کرام نے عربی زبان میں مسئلہ اسقاط پر متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن اردو زبان میں مسئلہ ہذا پر بہت کم لکھا گیا۔ لہٰذا راقم الحروف نے بزبان اُردو برائے سہولت علیٰ من لیس لہٗ حظٌ مِنَ العربیّت چند صفحات تحریر کرنے کا ارادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ پایۂ اختتام وتکمیل تک پہنچائے۔

اٰمِیْن ۝ ثُمَّ اٰمِیْن ۝

رسالہ ہٰذا مختلف کتابوں سے نقل کیا گیا ہے۔ ترجمہ میں سہولت کو مد نظر رکھ کر حتی الوسع اتنا کام کیا کہ قارئین بخوبی سمجھ سکیں۔

اور یہ عاجز اُردو زبان میں چنداں استعداد ومہارت یا تجربہ نہیں رکھتا ہے، پس اگر کہیں مخالفت پاویں یا غلطی دیکھیں تو بجائے تنقید کے صحیح محل تجویز کریں، کیونکہ میں اپنے آپ کو غلطی سے بری نہیں سمجھتا ہوں۔

لغزش اور خطا گویا انسان کے خمیر میں داخل ہے۔ اس لئے اُمید واثق ہے۔ کہ ناظرین اس ناکارہ کو معذور سمجھتے ہوئے جہاں کہیں رسالہ ہٰذا میں غلطی دیکھیں تو لِلّٰہ اصلاح فرماویں یا مطلع فرمائیں

مطالعہ کرنے والے حضرات سے اعتراض وطعن زنی کی توقع نہیں بلکہ عفو وصفح کی آرزو میرا سرمایۂ زندگی ہے۔ خدائے ذوالمنن سے کیا بعید ہے کہ میری اِس حقیر سی خدمت کو اس کی بے نیاز جناب میں شرف قبولیت حاصل ہو۔
اور جو حضرات اس سے نفع اٹھائیں اس ناکام وروسیاہ کے لئے دعا فرمائیں کہ مرضاتِ الٰہیہ کی توفیق ہو اور رضاءِ حق نصیب ہو۔

ہر کہ خواند طمع دعا دارم ۔ زاں کہ من بندہ گنہگارم ۔

عرض یہ ہے کہ دورِ حاضر کے علماء نے جس طرح سیدھے سادھے مسلمانوں کو کارِ خیر سے منع کرنے یا روکنے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔
اگر یہ عمل انسداد میں نہ آئی تو یقیناً عوام ہر کارِ خیر دریغ کریں گے۔ کیونکہ کئی ایک مسائل ہیں خلاف تو ضرور ہے۔ لیکن علماء کرام کے لئے مناسب ہے کہ وہ عوام کو ہر مسئلہ کا اصلی طریقہ بتائیں۔ اور جو مفاسد ہیں وہ بھی بتائیں تاکہ عوام ایسے مسائل میں صحیح طریقہ پر عمل کرکے مفاسد سے بچیں اور روکنار ہو جائیں۔
ان مسائل میں ایک مسئلہ اسقاط بھی ہے جو لوگ منع کرتے ہیں وہ عوام کو ان کے وہ پہلو بتا رہے ہیں جن سے وہ ممنوع ہے۔ اس طرح وہ عوام کے ذہنوں میں تشویش ڈال دیتے ہیں۔ اور وہ یقیناً مجبور ہو کر اس نیک عمل کو چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ علماء حضرات جو منع کرتے ہیں اور وہ حضرات جو جائز قرار دیتے ہیں اُن کے درمیان صرف نزاع لفظی ہے۔ کیونکہ ہر ایک کا دعویٰ دوسرے فریق سے مخالف ہے۔
زیرآنکہ مثبتین کے نزدیک وہ دور اسقاط جو مفاسد سے خالی "لمواساۃ المیّت لا لاحقاق الباطل وضرر الاحیاء" اور مانعین کے نزدیک

وہ دور اسقاط جو مفاسد و قبائح پر مشتمل ہو۔ مثلاً تقسیم مال یتیم و تقسیم مال بغیر رضاء الورثۃ وغیر ذٰلک تو مسئلہ حل و بے غبار ہو گیا۔ اور رفع نزاع ہوا۔ بلکہ اگر بقول مانعین اس حیلہ اسقاط سے فدیہ متحقق نہ ہو جائے تو اس کی امر مستحسن و صدقہ نفلی میں کوئی خلاف نہیں حالانکہ صدقہ[1] نفلی سے بہت گناہ زائل ہوتے ہیں۔ چنانچہ علامہ قسطلانی شرح بخاری میں تحریر فرماتے ہیں "

الصدقۃ النفلیّۃ ممحاۃ لکثیر من الذنوب المدخلۃ النار"

قسطلانی شرح صحیح البخاری باب عظۃ النساء ص ۱۹۰/۱

تو عجیب انصاف ہے کہ سیدھے سادھے مسلمانوں پر حیلہ اسقاط کرنے پر بدعت و کفر کی بمباری ہو رہی ہے۔ ہر جگہ سے ان آوازوں کی گونج نکلتی آ رہی ہے ہر طرف سے یہی گولیاں آتی ہیں۔ آخر اس کا کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ کہ اس کے متعلق بھی پوچھنا ہو گا۔ ہم انشاء اللہ اسی موضوع پر گفتگو کریں گے۔

یہ مسئلہ اسقاط بہت مدت سے علماء کرام کے زیر بحث رہا ہے اور مسائل تو ایسے ہیں جن میں اختلاف ضرور ہی ہوتا ہے صحیح طریقہ و صحیح مسلک عوام کو معلوم نہیں ہوتا نہ طرفین کوئی معتدلانہ راہ اختیار کر کے عوام کے ذہن میں صحیح طریقہ بٹھانا چاہتے ہیں۔ بلکہ ایک دوسرے پر حملہ کرنے اور بدگوئی سے فراغت نہیں رہتی۔ جو کہ مذاہب اربعہ میں منع ہے۔

حاشیہ[1]

قولہ صدقہ نفلی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ

ترجمہ اگر تم صدقات ظاہر کرو تو اچھی بات ہے اور اگر پوشیدہ رکھو صدقوں کو اور دو انہیں فقیروں کو تو یہ بہت بہتر ہے ۱۲۰ فافہم

مسلمان کی آبرو خصوصاً عالم کی آبرو شریعت مقدسہ میں کِس قدر وقیع ہے اس کا خیال نہیں رہتا ہے کہ قیامت میں بھی اس کی پوچھ ہوگی۔ مثلاً اگر کوئی آدمی اس کے آداب سے ناواقف ہو تو آداب سکھلائے جائیں۔ کیونکہ اس طرح اگر کوئی فعل بھی خلاف ادب ہونے کیوجہ سے ممنوع قرار دیا جائے تو شاید کوئی فریضہ اور کوئی عبادت بھی نہ رہنے دیا جائے گا کیونکہ زمانہ حال میں ہر فعل ماموربہ سے اتنے نقائص وابستہ ہیں۔ جنکا شمار نہیں اس لئے ہدایت کی ضرورت ہے نہ کہ یہ کہنے کی۔ کہ بھائی تم چلنا نہیں جانتے یا صحیح نہیں چلتے اس لئے چلنا ہی چھوڑ دو۔ اگر کسی خرابی کی وجہ نفس فعل ہی سے انکار کیا جائے تو عجیب ہدایت و رہنمائی ہے۔ بھائی اس کا علاج تفہیم ہے تکفیر نہیں۔

دیکھئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے لیکر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت شریفہ تک حج قوم عرب کا ایسا عام شعار تھا۔ جس کے تمام اصول وارکان پہلے ہی سے موجود تھے اُن کا محل و طریقہ بدل گیا تھا اُن میں بعض مشرکانہ رسوم داخل ہو گئے تھے۔ بانیٔ اِسلام علیہ افضل التحیۃ وسلام نے ان مفاسد کی اصلاح کی اور صحیح طریقہ ابراہیمی بتلا دیا۔

اھل عرب قربانی کا خون خانہ کعبہ کے پاک دیواروں پر لگاتے تھے۔ کہ خدا سے تقرب حاصل ہو جائے۔ یہود قربانی کا گوشت جلاتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ یہ دونوں باتیں مٹا دی گئیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ایت کریمہ نازل ہوئی " لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی "۔ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کو خون اور گوشت نہیں پہنچتا ہے بلکہ اس کو تقویٰ پہنچتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ تقویٰ

قبول کرتا ہے) قریش کے علاوہ تمام لوگ ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے۔ دلیل یہ تھی کہ جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کئے ہیں۔ ان کپڑوں میں طواف جائز نہیں۔ ہاں جن کو قریش کی طرف سے ستر عورت کے لئے جو کپڑا مستعار ملتا تھا اس سے اپنی ستر پوشی کرتے تھے ورنہ ننگے طواف کرتے تھے اسلام نے عجیب الفاظ کے ساتھ خطاب فرمایا۔

" خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ " الآیۃ

انصار مدینہ جب حج سے واپس لوٹ جاتے تو دروازہ سے داخل نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ پچھواڑے سے کود کر آتے تھے۔ قرآن کریم نے " لَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُھُوْرِھَا وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا " سے یہ رسم مٹا دیا۔ بعض لوگ ایام حج میں تجارت کو ناجائز سمجھتے تھے۔ دلیل یہ تھی کہ یہ تجارت حج کے تقدس وحرمت کے منافی ہے۔ قرآن کریم نے عجیب الفاظ سے ہدایت فرمایا " لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ " اور اسی طرح آشیاء دیگر میں بھی۔ یعنی دین کی طرف بلانے کے لئے کیسے لطیف اور نرم الفاظ میں بلانے کے طریقے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بتا دیئے۔ اسی طرح ہمیں بھی یہی حکم ہے جیساکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

" اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ "

اب دور حاضر بعض علماء دین کے متعلق آپ خود سوچیں کہ دین کی عجیب خدمت کر رہے ہیں کہ تغلیظ کے ہتھیار سے کام لیتے ہیں۔ بس اس کا انجام یہ ہوا کہ اصل مقصد فوت ہو گیا اور ایک دوسرے کے ساتھ طعن زنی میں مشغول ہو گئے۔ سُبْحَانَ اللہِ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ○

جان لو کہ حیلہ اسقاط مرکب اضافی ہے ۔ یعنی حیلہ کی اضافت ۔ نسبت ہوا ہے لفظ اسقاط کو اور مرکب کی تشریح موقوف ہے تشریح اجزاء مرکب پر ۔ کیونکہ مرکب کی معرفت موقوف ہے تعریف اجزاء پر ۔

حیلہ کے معنی یہ ہیں ۔ هِیَ مَا یَتوَصَّل به الیٰ مَقصُود بطریق خفی مباح " قسطلانی ، وعینی و فتح الباری ، ترجمہ :- حیلہ وہ چیز ہے کہ جس کی وجہ یعنی سبب سے مقصود وصول ہوتا ہے (یعنی مقصود حاصل ہو جائے ، خفیہ مباح طریقے کے ساتھ " تین شروح بخاری میں یہ معنی مذکور ہے ۔

اور علامہ ابن نجیم اشباہ ونظائر میں تحریر کرتے ہیں ۔ " الحیل جمع حیلة وهی الحذق فی تدبیر الامور وهی تقلیب الفکر حتی یهتدی الی المقصود " الاشباہ والنظائر الفن الخامس ص۱۱۱

حیل حیلہ کی جمع ہے ۔ حیلہ کے معنی ہے ہوشیاری وبیداری کرنا امور کے تدابیر میں ۔ اور یہ اس طرح کہ فکر کو پھیر کر حتی کہ مقصود حاصل ہو جائے ۔

والاسقاط مصدر من باب الافعال مجرده سقط یسقط معناه اسقاط الصلوٰة والصوم ونحوهما عن ذمة من علیه فمعنی المرکب الاضافی حیلة فی اسقاط هذه الامور اولاسقاط هذه الامور ." ترجمہ اسقاط مصدر باب افعال سے ہے اس کا مجرّد سَقَطَ یَسْقُطُ ہے اس کی معنی یہ ہے کہ نماز روزہ وغیرہ ساقط ہو جائے جن کے ذمہ پر ہو ۔ تو مرکب اضافی کے معنی یہ ہوئے کہ یہ حیلہ ہے اُن اَمروں کے اسقاط میں یا اُن کے اسقاط کے لئے ۔

جب آپ نے یہ جان لیا تو اب ہم آپ کو نفس حیلہ کے جواز میں از قرآن مجید واز مفسرین حضرات واز حدیث وکلام فقہاء سے ثابت کریں گے

اور حیلہ اسقاط کے بارے میں فقہاء کرام کے جو تصریحات ہیں وہ بیان کریں گے۔

سمجھ لو کہ نفس حیلہ سے انکار کرنا قرآن سے انکار ہے کیونکہ قرآن مجید میں سورۃ یوسف علیٰ نبینا و علیہ السلام کا بھائی جس کا نام بنیامین تھا اپنے پاس رہنے کے لئے بادشاہ کا صاع (پیمانہ) بھائی کے بار یعنی سامان میں خفیہ رکھ کر نداء کی۔ بقولہ: اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ۝ اے بارگیر یعنی قافلہ والو! آپ بے شک چوری کرنے والے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد ارشاد فرمایا۔ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَؕ ۔ اسی طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو حیلہ و تدبیر بتایا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ حیلہ پسند ہوا۔

کیونکہ امتنان واحسان میں ذکر فرمایا۔ اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ارشاد فرماتا ہے کہ جس وقت کفار نے طلب کیا کہ وہ اُن کے ساتھ اپنے عید کے لئے جائے۔" فَنَظَرَ نَظْرَةً فِی النُّجُوْمِ ۝ فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ۝ ترجمہ، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں پر نظر ڈالا اور بولا کہ میں بیمار ہوں، یعنی حیلہ و مخرج طلب کیا۔ تاکہ وہ اُن کے ساتھ عید کے لئے نہ جائیں۔ اور خود کو معذور سمجھا۔

الحاصل۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حیلہ ذکر کیا اور کچھ انکار حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نہ کیا۔ اور اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام کو ارشاد فرمایا جبکہ اُس نے حلف اُٹھایا کہ اگر میں تندرست ہو جاؤں تو اپنی بیوی کو سو دُرے ماروں گا۔ وَخُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْؕ

جوازِ حیلہ میں قرآن مجید و مفسرین حضرات کے تصریحات

صاحب تفسیر مدارک اس کے بارے میں فرماتے ہیں " فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ وکان ایوب علیه السّلام، حلف فی مرضه لیضربنّ امرأته مائة جلدة اذا برأ فحلل الله یمینه باھون شیٔ علیه وعلیها لحسن خدمتها ایاه وھذه الرخصة باقیة ویجب ان یصیب المضروب کل واحد من المائة والسبب فی یمینه انها ابطأت علیه ذاھبة فی حاجة فحرج صدره وقیل باعت ذوائبها برغیفتین وکانتا متعلق ایوب علیه السّلام اذا قام، تفسیر مدارک صفحہ ۲

ترجمہ: مار واس پر اور حانث نہ ہو جاؤ اور ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی حالت بیماری میں کہ اپنی عورت کو سو دُرے ماروں گا جب صحیح ہو جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو حلف سے آسان چیز کے ساتھ حلال و بری کیا اُن پر یہ مہربانی کی اور اُن کی بیوی پر بھی، کیونکہ وہ اُن کی اچھی خدمت کرتی تھی۔ اور یہ رخصت باقی ہے لیکن واجب ہے کہ مضروب کو ہر ایک اُن سو سے پہنچ جائے اور ایوب علیہ السلام کے حلف کی وجہ یہ تھی کہ ایک حاجت کے لئے اُن کی بیوی چلی گئی تھی لیکن آنے میں کچھ دیری ہوئی تھی تو ایوب علیہ السلام کا سینہ تنگ ہو گیا تو اسی وجہ سے حلف کیا اور بعض یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ بیوی نے اپنے دو ذوائب دو روٹیوں کے عوض فروخت کی تھیں اور ایوب علیہ السلام جب اُٹھتے تھے تو اُن سے سہارا لیتے تھے۔

ضغث کے معنی تفسیر حسینی میں لکھتے ہیں " دستہ چوب از خرما یا از حشائش خشک شدہ بعد و صد باشد انتہیٰ " روح المعانی میں لکھتے ہیں۔ الضغث وھو الحزمة الصغیرة من حشیش او ریحان ترجمہ ضغث گھاس کی چھوٹی گٹھڑی کو یا گل ریحان کے گٹھڑی کو کہتے ہیں"

اور علامہ الوسی حنفی المذہب اس مقام پر بحث کرتے ہیں ! فاضرب
بِہٖ ولا تحنث فان البریتحقق بہ، ترجمہ۔ اس پر مارو اپنی زوجہ
کو اور یمین میں حانث نہ ہو جاؤ کیونکہ خلاصی از حلف اس کے ساتھ متحقق
و ثابت ہوتا ہے "

ولقد شرع اللہ تعالیٰ رحمۃ علیہ وعلیہا لحسن خدمتہا و
ھیَ رخصۃ باقیۃ فی الحدود فی شریعتنا وفی غیرھا ایضًا لکن
غیر الحد ودیعلم منہا بطریق الاولیٰ فقد اخرج عبد الرزاق الخ
وفی احکام القران العظیم للجلال السیوطی عن مجاھد قال کانت
ھذہ لایوب خاصۃ وقال الکیا ذھب الشافعی وابو حنیفۃ
وزفرالی من فعل ذلک فقد بر فی یمینہ وخالف مالک ورأہ
خاصًا بایوب علیہ السلام وقال بعضھم ان الحکم کان عامًا
ثم نسخ والصحیح بقاء الحکم الخ وکثیر من الناس استدل
بہا علی جواز الحیل وجعلہا اصلاً لصحتہا وعندی ان کل
حیلۃ اوجبت ابطال حکمۃ شرعیہ لا تقبل کحیلۃ سقوط الزکاۃ
وحیلۃ سقوط الاستبراء وھذا کالتوسط فی المسئلۃ فان
من العلماء من یجوز الحیلۃ مطلقًا ومنھم من لایجوز مطلقًا
وقد اطال الکلام فی ذلک العلامۃ ابن تیمیۃ رحمہ اللہ تعالیٰ

روح المعانی مختصرًا ص ۱۹۰ ج ۲۳

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جائز کیا ازروئے رحمت ایوب علیہ السلام
پر اور اُن کی بیوی پر کہ وہ اُن کی اچھی خدمت کرتی تھی اور یہ رخصت
ہمارے شریعت میں حدود و غیر حدود میں بھی باقی ہے۔ لیکن غیر حدود بطریق

اولیٰ معلوم ہوتے ہیں۔ عبدالرزاق نے اپنی کتاب میں تخریج کیا الیٰ اٰخرہٖ
احکام قرآن مصنفہ مولانا جلال السیوطی میں مجاہد سے روایت ہے کہ
یہ خاص ایوب علیہ السلام کے لئے تھا اور کیا (ایک عالم کا نام ہے) نے
کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ و شافعی و زفر رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کا مذہب یہی
ہے کہ اگر کسی آدمی نے ایسا حلف اٹھایا (یعنی حلف ایوب علیہ السّلام
کی طرح) اور پھر اس طرح کام کیا۔ تو یمین سے بری ہوگیا۔ اس مسئلہ
میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خلاف کیا کہ اس نے ایوب علیہ السّلام
کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اور بعض علماء نے یہی کہا ہے کہ یہ حکم پہلے عام
تھا پھر منسوخ ہوگیا۔ علامہ الوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ صحیح بات یہ
ہے کہ یہ حکم باقی ہے الخ اور بہت سے لوگ حیلوں کے جواز میں اس ایت کو
دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں اور یہ اصل بناتے ہیں حیلہ کے صحت پر
لیکن میرے نزدیک یہ بات مسلّم ہے کہ جو حیلہ حکمت شرعی کو باطل کرتا ہے
وہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔ جیسا کہ حیلہ برائے سقوطِ زکاۃ یا حیلہ سقوطِ استبراء
کے لئے اور ہماری رائے اس مسئلہ میں توسط کا درجہ رکھتا ہے کیونکہ بعض
علماء مطلقاً حیلہ کو جائز قرار کرتے ہیں۔ اگرچہ اس میں ابطال حق ہو اور
بعض مطلقاً ناجائز قرار کرتے ہیں اور اس مسئلہ میں ابن تیمیہؒ نے بہت طویل بحث
کی ہے۔ اور علامہ زمخشریؒ تفسیر کشاف میں اسی مقام پر لکھتا ہے۔" وھذہ
الرخصۃ باقیۃ۔ اور یہ رخصت باقی یعنی منسوخ نہیں ہے۔ اور تفسیر ابن کثیر
اسی محل میں لکھتے ہیں۔ فافتاہ اللہ عز وجل ان یاخذ ضغثا وھو الشمراخ
فیہ مائۃ قضیب فیضربہا بہ ضربۃ واحدۃ وقد برت یمینہ
وخرج حنثہ ووفی بنذرہ وھذا من الفرج والمخرج لمن اتقی اللہ

تعالیٰ واناب الیه الخ واستدل کثیر من الفقہاء بہذہ الایة الکریمة علیٰ مسائل فی الایمان وغیرہا وقد اخذوہا بمقتضاہا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصّواب ۔ تفسیر ابن کثیر ج ۴

ترجمہ ۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ ایک ضغث جو بمعنی شمراخ ہے یعنی ایک شاخ کہ اُس میں سو قضیب ہوں تو اس پر اُس کو (عورت کو) ایک بار مارو تو تم قسم سے بری ہو جاؤ گے اور اُس کے حنث سے نکلو گے اور اپنی نذر پر وفا پاؤ گے اور یہ حیلہ یا اس کے مانند حیلے اُن لوگوں کے لئے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے خوف کرتے ہیں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں (یعنی نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ ایسے حیلے اور تدابیر تجویز کرتے ہیں) بہت سے فقہاء کرام نے اس ایت کریمہ پر استدلال پکڑا ہے قسموں وغیرہ کے مسائل میں اور اُنہوں نے اپنی مقتضیات میں اس ایت پر عمل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ زیادہ عالم ہے حق صواب بات پر"

علامہ اسمٰعیل حقی الحنفی تفسیر روح البیان میں لکھتے ہیں ۔

ولقد شرع اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہذہ الرخصة رحمة علیه وعلیہا لحسن خدمتہا ایاہ ورضاہ عنہا وہی رخصة باقیة فی الحدود ویجب ان یصیب المضروب کل واحد من المائة اما باطرافہا قائمة او باعراضہا مبسوطة علیٰ ہیئة الضرب ای بشرط ان توجد صورة الضرب ۔ ویعمل بالحیل الشرعیة بالاتفاق ۔ روی ان اللّیث بن سعد حلف ان یضرب اباحنیفة رح بالسیف ثمّ ندم من ہذہ المقالة وطلب المخرج من یمینه فقال ابوحنیفة رحمه اللہ تعالیٰ خذ السیف واضربنی بعرضه فتخرج یمینك کما فی مناقب الامام رضی اللہ عنه الخ ۔ تفسیر روح البیان ج ۸ ص ۳۵۶

وفی تفسیر ابی سعود مثل هذا لکن الیٰ قوله بشرط ان توجد صورة الضّرب فقط. ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ رخصت جائز کیا ایوب علیہ السلام پر از روئے رحمت اور ان کی بیوی پر۔ کیونکہ وہ ایوب علیہ السّلام کی اچھی طرح خدمت کرتی تھی اور وہ ان سے راضی تھے۔ اور یہ رخصت حدود میں باقی ہے اور واجب ہے کہ مضروب کو ہر ایک درہ ان سَو میں سے پہنچ جائے برابر بات ہے کہ اطراف سے ہو حالتِ قیام ہیں یا عرض سے ہو حالت بسط میں لیکن صورۃ ضرب پر یعنی اس شرط سے کہ مارنے کی صورت پیدا ہو جائے۔

اتفاق علماء کرام اس پر ہے کہ شرعی حیلوں پر عمل کیا جائے۔ روایت ہے کہ لیث بن سعد نے قسم کھائی کہ میں امام ابو حنیفہ کو تلوار سے ماروں گا پھر اپنے اس قول پر پشیمان و نادِم ہو گیا۔ اور امام صاحب سے اپنے اس قول کا حیلہ طلب کیا تو امام صاحب نے کہا کہ تلوار لے لو اور مجھے اس کے عرض سے مارو۔ پس تم اپنی حلف سے نجات پاؤ گے۔ جیسا کہ امام صاحب کے مناقب میں ذکر ہوا ہے۔

اور تفسیر خازن اسی مقام پر رقمطراز ہیں

حنفی المذهب

فاضرب بہٖ ولا تحنث وکان قد حلف ان یضرب امرأته مائة سوط الخ وهل ذٰلك لایوب خاصة ام لا فیه قولان احدهما انه عام وبه قال ابن عباس وعطاء ابن ابی رباح. والثانی انه خاص بایوبؑ قاله مجاهد واختلف الفقهاء فیمن حلف ان یضرب عبده مائة سوط فجمعها وضربه بها ضربة واحدة فقال مالك واللیث بن سعید واحمدؒ لایبر. وقال ابو حنیفة رحمه الله تعالیٰ والشافعیؒ اذا ضربه ضربة واحدة

فاصابه کل سوط علیٰ حدة فقد بروا احتجوا بعموم هذه الآیة

تفسیر خازن ص۴۳ ترجمہ۔ اُس پر مارو اور حانث نہ ہو جاؤ۔

اُس نے حلف اٹھایا تھا کہ میں اپنی بیوی کو سَو درّے ماروں گا۔ آیا یہ

حیلہ ایوّب علیہ السّلام کے لئے خاص تھا۔ یا نہیں۔ اس میں دو قول ہیں

ابن عباس رضہ وعطاء بن ابی رباح کا یہ قول ہے کہ یہ عام ہے۔ دوسرا قول

مجاہد کا ہے۔ کہ یہ خاص ایوّب علیہ السّلام کے ساتھ ہے۔ فقہاء کرام نے اختلاف

کیا اُس آدمی کے بارے میں کہ جس نے حلف اٹھایا۔ کہ میں اپنے غلام کو سَو درّے

ماروں گا تو اُس نے سَو کو جمع کیا اور ایک بار اُسے مارا۔ امام مالک۔ ولیث بن سعید

واحمد بن حنبل کا یہ مذہب ہے کہ یمین سے بری نہیں ہوتا اور امام ابو حنیفہ

وشافعی کا یہ مذہب ہے کہ اگر ایک بار مارا اور ہر ایک اُس کو علیحدہ پہنچ گیا۔ تو قسم

سے بری ہو گیا (یعنی خلاصی ہو جائے گی) ۔ اُنہوں نے اُس ایت کے عموم پر احتجاج

ودلیل پکڑا ہے، تفسیر خازن

اور علامہ خفاجی نے اس ایت کو مدّنظر رکھ کر لکھا ہے۔ زوجته لیا

بنت یعقوب وقیل رحمة بنت افرائیم بن یوسف ذهبت

فابطأت فحلف ان بری ضربها مائة ضربة فحلل الله یمینه

بذلك وهی رخصة باقیة فی الحدود فی شریعتنا وغیرها۔

ایضًا۔ لکن غیر الحدود یعلم منها بالطریق الاولیٰ وکون

حکمها باقیًا هو الصّحیح حتی استدلوا بهذه الآیة علیٰ جواز

الحیل وجعلوها اصلًا لصحتها الخ حاشیة الشهاب الخفاجی

علی البیضاوی ص۳۱۴ ترجمہ۔ ایوّب علیہ السّلام کی بیوی جس کا نام

لیا بنت یعقوب تھا اور کسی نے کہا ہے کہ رحمة بنت افرائیم بن یوسف تھا۔

وہ ایک حاجت کے لئے چلی گئی تھی۔ تو اُن سے سستی و دیری ہو گئی ایوب
علیہ السّلام نے حلف اُٹھایا کہ جب میں تندرست ہو جاؤں تو تمہیں سَو درے
ماروں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یمین سے بری کیا اس چیز پر۔ اور یہ رخصت باقی
ہے حدود ہو یا غیر حدود ہو، ہمارے شریعت میں۔ لیکن غیر حدود بطریق اولیٰ
معلوم ہوتا ہے۔ اور حکم کا باقی ہونا صحیح بات ہے۔ حتی کہ علماء نے حیلوں کے
جواز میں اس آیت کو دلیل پکڑا ہے اور حیلہ کے صحّت پر اس آیت کو اصل
بنایا ہے۔ حاشیہ الشہاب علی البیضاوی"

والاحادیث فی جواز الحیلۃ

فھی کثیرۃ منھا ما فی مبسوط السّرخسی روی عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلّم قال یوم الاحزاب لعروۃ بن مسعود فی شان بنی
قریظۃ فلعلّنا امرنا ھم بذٰلک" فلمّا قال لہ عمر رضی اللہ عنہ فی ذٰلک
قال علیہ السّلام" الحرب خدعۃ وکان ذٰلک منہ اکتساب
حیلۃ ومخرج من الاثم بتقیید الکلام بلعلّ ولمّا اتاہ
رجل واخبرہ انہ حلف بطلاق امرأتہ ثلاثًا ان لا یکلم اخاہ
قال لہ طلقھا واحدۃ فاذا انقضت عدتھا فکلم اخاک ثمّ
تزوّجھا وھذا تعلیم الحیلۃ والاٰثار فیہ کثیرۃ ومن تامل احکام
الشرع وجد المعاملات کلّھا بھذہ الصّفۃ الخ وقال فمن کرہ
الحیل فی الاحکام فانّما یکرہ فی الحقیقۃ احکام الشرع وانما یقع
مثل ھذہ الاشیاء من قلہ التامل" مبسوط السرخسی کتاب الحیل
الجزء الثلاثون۔

ترجمہ۔ پس جواز حیلہ میں بہت سے احادیث وارد ہوئے ہیں ان میں سے بعض

مبسوط السرخسی میں ذکر ہیں۔ روایت ہے کہ یوم احزاب میں نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عروہ بن مسعودؓ سے کچھ کلام کیا بنی قریظہ کے شان میں۔ کہ شاید ہمیں اس پر امر کیا ہو گا۔ پس جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بارے میں پوچھا۔ تو نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنگ دھوکہ ہے (یعنی جنگ میں دھوکہ سے کام ہوتا ہے) اور یہ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیلہ طلب کرنا اور گناہ سے جان بچانا تھا کہ کلام کو لفظ "لعل" سے مقید کیا۔

اور جب کہ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور بتایا کہ میں نے اپنی عورت کو تین طلاق دینے پر محض اس لئے حلف اٹھایا ہے کہ اپنے بھائی سے نہیں بولوں گا (یعنی نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے حلف کا حیلہ طلب کرنا تھا) تو نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس کو (عورت کو) ایک طلاق دید و جب اُس کی عِدت گزر جائے (یعنی تین حیض کامل گزر جائیں) تو اپنے بھائی سے بات چیت کرو۔ پھر اُس کے ساتھ (اپنی عورت سے) نکاح کرو۔ یہ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم حیلہ تھا۔

حضرت امام شمس الدین سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حیلہ کے جواز میں بہت سے آثار وارد ہوئے ہیں اور جو کوئی احکام شرع میں تامل وفکر کرے تو معاملات میں ہر معاملہ اسی صفت کے ساتھ پائے گا الخ۔ اور سرخسیؒ فرماتے ہیں، کہ جو کوئی احکام میں حیلوں کو مکروہ وغیر مستحسن سمجھتا ہے تو وہ درحقیقت احکام شرع کو مکروہ سمجھتا ہے۔ اور اس طرح کی چیزیں (یعنی حیلوں کو مکروہ ماننا) قلت تامل سے واقع ہوتے ہیں۔

وایضاً فی المشکوٰۃ

روی عن ابی سعید و ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھما انّ رسول اللہ

صلّی اللہ علیہ وسلّم استعمل رجلاً علیٰ خیبر فجاء ہ بتمر جنیب فقال أکلُ تمر خیبر ھکذا قال لا واللہ یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم انالنأخذ الصّاع من ھذا بالصّاعین والصّاعین بالثلث۔ فقال لاتفعل۔ بع الجمع بالدّراھم ثمّ ابتع بالدّراھم جنیبًا وقال فی المیزان مثل ذٰلك۔ متّفق علیہ،

ترجمہ۔ حضرت ابی سعید وابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک آدمی خیبر پر عامل بنایا۔ تواُس نے عمدہ کھجوریں لائیں خیبر سے۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پوچھاکہ خیبر کی تمام کھجوریں اسی طرح ہیں! اُس نے کہاکہ نہیں۔ قسم بذات خدا یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہم اس کھجور کے ایک پیمانہ کو دوسرے کھجور کے دُو پیمانہ پر لیتے ہیں اوران کے دُو پیمانے تینؔ پیمانوں کے ساتھ۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہاکہ ایسامت کرو بلکہ ردی کھجور کو روپوں پر فروخت کرو پھراُن روپوں پراچھی کھجوریں خریدو اورمیزان (ناپ تول) کے بارے میں اس طرح گفتگو کیا۔ اور یہ حدیث بخاری ومسلم کا متفق علیہ ہے۔

وایضًا عن ابی سعید قال جاء بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم بتمر برنیؔ فقال النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم من این ھذا قال کان عندنا تمر ردیٌ فبعت منہ

قولہ برنی بفتح موحدہ وسکون را ونون برائے نسبت لفظی مثل کرسی قسمے مشہور است از خرما کہ نیک می باشد ۱۲

الصّاعین بالصّاع فقال اُوْہٗ عین الربا لاتفعل ولکن اذا اردت ان تشتری فبع التمر ببیع اٰخر ثمّ اشتر بہ ، متّفق علیہ

ترجمہ ۔ ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضؓ نے نبیؐ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ایک مشہور قسم کے کھجور لایا ۔ تو نبیؐ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پوچھا کہ یہ کہاں سے لایا ۔ اُس نے کہا کہ ہمارے ساتھ ردی کھجور تھے اُس کے دو پیمانے سے ہم نے ایک پیمانہ (عمدہ کھجور) خرید ے ۔ تو نبیؐ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ افسوس یہ تو عین ربا ہے ایسا نہ کر ۔ بلکہ جب تو یہ خریدنا چاہتے ہو تو ردی کھجور نقد پر فروخت کرو پھر نقد پر عمدہ کھجور خریدو ، یہ حدیث بخاری و مسلم کا متفق علیہ ہے ۔

اس حدیث کے تحت ملا علی قاری سراج الاحناف رح لکھتے ہیں ،

وھذا الحدیث کالّذی قبلہ صریح فی جواز الحیلۃ فی الرّبوا الذی قال بہ ابوحنیفۃ والشّافعی رحمہما اللہ تعالیٰ وبیانہ انہ صلّی اللہ علیہ وسلّم امرہ بان یبیع الرّدی بالدّراھم ثمّ یشتری بہا الجیّد من غیران یفصل فی امرہ بین کون الشراء من ذٰلک المشتری او من غیرہ بل ظاھر السّیاق انہ بمافی ذمّتہ والالیبیّنہ لہ الخ

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الرّبوا ص۳۱۰ ج۳

ترجمہ ۔ اور یہ حدیث (بھی) پہلی حدیث کیطرح جواز حیلہ ربا میں صریح ہے کہ

قولہ اُوْہٗ کلمۃ یقال عند الشکایۃ و التوجع ساکنۃ الواو مکسورۃ الھاء وقد تقلب الواو الفا وقد تشدد وتکسر وتفتح وتسکن الہاء وقد یحذف الہاء کذا فی مختصر النہایۃ ۱۲

جس کے امام ابو حنیفہ و شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ قائل ہیں۔ اور اُس کا بیان یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امر کیا۔ کہ ردی کورویوں پر فروخت کریں۔ پھر ان پر عمدہ کھجوریں خریدیں۔ اپنے امر میں اس کی تمیز نہیں کیا کہ شراء اس مشتری سے ہو یا دوسرے سے بلکہ سیاق کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ اس کا بیان نہ تھا ورنہ پھر اس کے متعلق بیان کیا ہوتا۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف باب الربوا۔

اور اسی طرح معاریض حیلوں کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ روایت میں آیا ہے۔ کہ جب نماز میں کسی کا وضو ٹوٹ جائے تو سلام پھیر کر اپنا ناک پکڑ لے اور وضو کے لئے جائے تاکہ لوگ گمان کریں کہ اس کا ناک بہہ گیا ہے

جوازِ حیل از کتب فقہاء کرام

فقہ کی کتابوں میں حیلے کثرت سے وارد ہوئے ہیں شیخ محقق ابن نجیم نے اشباہ ونظائر کی فن خامس کتاب الحیل وضع فرمائی اور عالمگیری میں کتاب الحیل ہے۔ تتارخانیہ اور ذخیرہ میں بھی۔ یعنی صوم و صلوٰۃ و زکوٰۃ و حج و نکاح و طلاق و خلع و ایمان و اعتاق و وقف و شرکۃ و ہبۃ و بیع و شراء و مداینات و اجارات و منع الدعوےٰ و شفعۃ و کفالۃ وغیرہ ذلک میں حیلے لکھے ہیں چنانچہ سید احمد بن محمد الحموی الحنفی رح اشباہ ونظائر کے شرح حموی میں فرماتے ہیں۔

قال فی التاترخانیۃ مذہب علماءنا ان کل حیلۃ یحتال بہا الرجل لابطال حق الغیر اولادخال شبہۃ فیہ فہی مکروہۃ یعنی تحریما وفی العیون وجامع الفتاوی لایسعہ ذلک وکل حیلۃ یحتال بہا الرجل لیتخلص بہا عن حرام اویتوصل بہا الی حلال فہی حسنۃ وہو معنی مانقل عن الشعبی لاباس بالحیلۃ فما یحل قولہ

قال اللہ تعالیٰ وخذ بیدک ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث، ھذا تعلیم المخلص لایوبؑ علیہ السلام عن یمینہ التی حلف لیضربن امرأتہ مائۃ عود وقد تعلق محمد بھذہ الایۃ فی مسائل الحیل والخصاف لم یتعلق بھا فی حیلۃ قیل لان حکمھا منسوخ و عامۃ المشائخ علیٰ انہ لیس بمنسوخ وتکلموا فیما بینھم فی شرط البرّ فیہ قال بعضھم ان یاخذ الحالف مائۃ عود ولیسوی رؤس الاعواد قبل الضرب۔

وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما انہ قال وقعت وحشۃ بین ھاجرۃ وسارۃ۔ فحلفت سارۃ ان ظفرتُ بھا قطعتُ عضوًا منھا۔ فارسل اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام الیٰ ابراھیم علیہ السلام ان یأمر سارۃ ان تشقب اذنی ھاجرۃ۔ فمن ثم ثقوب الاذان کذا فی التتارخانیۃ ۱۲ حموی شرح اشباہ ص۹۱۱ کتاب الحیل

ترجمہ۔ تتارخانیہ میں لکھا ہے کہ ہمارے علماء کا مذہب یہ ہے کہ ہر حیلہ سے آدمی حیلہ طلب کرے ابطال حق غیر کو یا اس میں شبہ داخل کرے تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ اور عیون و جامع الفتاوی میں لکھا ہے۔ کہ یہ جائز نہیں اور ہر حیلہ اس لئے کیا جائے کہ اس سے آدمی حرام سے بچ جائے یا حلال چیز پالے۔ تو یہ حیلہ جائز و حسن ہے۔ اور جو شعبیؒ سے منقول ہے کہ حیلہ حلال چیز کرنے میں کوئی پرواہ نہیں اس کے معنی بھی یہی ہیں۔ اور یہ قول کہ اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام سے کہا۔ کہ اپنے ہاتھ میں ایک شاخ پکڑو۔ اس سے عورت مارو اور حانث نہ ہو جاؤ یعنی قسم نہ توڑو۔ اور یہ تعلیم رہائی تھا ایوب علیہ السلام کو قسم سے۔ جو اُن ہوں نے اُٹھائی تھی۔ کہ میں اپنی عورت کو سو دُرّے ماروں گا۔ امام محمدؒ نے اس ایت سے

دلیل پکڑا ہے جواز مسائل حیل میں اور خصاف ؒ نے اس سے کوئی تعلق نہیں رکھا ہے۔ کہا گیا ہے۔ کہ اس کا حکم منسوخ ہے۔ عام مشائخ کا رویہ یہ ہے کہ یہ حکم غیر منسوخ ہے اور آپس میں مکالمہ کیا ہے خلاصی کے بارے میں۔ تو بعض نے کہا ہے۔ کہ قسم اُٹھانے والا سَو لکڑیاں لے لے۔ اور اُن کے سروں کو برابر کریں مارنے سے پہلے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ درمیان ہاجرہ وسارہ کچھ تنازعہ ہوگیا۔ سارہ نے قسم اُٹھائی۔ کہ اگر مجھے اُن پر موقع ملا۔ تو ہاجرہ کی کوئی عضو (یعنی جسم کا کوئی حصہ) کاٹونگی۔ رب تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام بھجا۔ کہ اُن کے درمیان صلح کریں۔ حضرت سارہ نے عرض کیا کہ میری قسم کا حیلہ کیا ہوگا۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی۔ کہ سارہ کو حکم دو کہ وہ حضرت ہاجرہ کے کان چھیددیں (یعنی ان میں سوراخ کریں) یعنی یہ حیلہ اللہ تعالیٰ نے تدبیر فرمایا پس اُسی وقت سے عورتوں کے کان چھیدے گئے (یعنی اس وجہ سے عورتیں کانوں میں سوراخ کرتی ہیں) جیسا کہ تتارخانیہ میں لکھا ہے۔

حاشیہ کنزالدقائق میں ینابیع سے نقل کرتے ہیں

اعلم انّ من حلف کلّما تزوجت امرأۃ فھی طالق او قال کلّما تزوّجت بفلانۃ فھی طالق فالحیلۃ فی ذٰلك ان یقول لواحد من اصدقائہ انی حلفت انّ کلّما تزوّجت بفلانۃ فھی کذا فالاٰن اِن تزجتھا طلّقتُ وان وکلت بذٰلك طلقت فاذا عرف المخاطب رغبتہ فیھا فانہ یتزوّجھا منہ و ھو فضولی فی ذٰلك فاذا علم الحالف بذٰلك یجیزہ بالفعل بان یبعث الیھا مھرھا او یظفر بھا فیطأھا

فلا تطلق وان اجازه بالقول تطلق ۱۲ باب تعلیق الطلاق م ۳۹ کنزالدقائق پ ۲

حاشیہ نمبر ۱ اصل مسئلہ ٭ الفاظ شرط میں یہ قاعدہ ہے کہ اگر
شرط موجود ہو جائے تو یمین ختم ہو جاتا ہے۔ مثلاً عورت سے کہے کہ اگر تم نے فلان
کام کیا تو تم مطلقہ ہو۔ تو عورت نے وہ کام کیا۔ پس طلاق واقع ہوا۔ اگر طلاق
رجعی ہو تو رجوع کریں۔ اگر بائن ہو تو تجدید کریں۔ اگر رجوع یا نکاح کیا تو اس کے
بعد یہ حلف باقی نہیں رہتا۔ مگر سوی لفظ کُلّما کیونکہ ان کا تقاضا ہے عموم
افعال کا۔ مثلاً یہ لفظ بولا۔ کلما تزوّجت امرأۃ أو فلانۃ فہی طالقٌ،
یعنی ہر دفعہ ہر بار اگر میں اس عورت کو نکاح کروں یا فلانی عورت کو یعنی ایک
معیّن عورت کو تو مجھ پر مطلقہ ہو۔ اس طرح اگر ہر دفعہ نکاح ہو جائے تو طلاق
واقع ہوتا ہے۔ تو اس کا حیلہ ینابیع (کتاب کا نام ہے) نے نقل کیا ہے۔
ترجمہ۔ سمجھ لو کہ جس نے حلف اٹھایا کہ اگر میں ہر بار عورت کو نکاح کروں یا
فلانی یعنی معین عورت سے نکاح کروں تو مجھ پر مطلّقہ ہو۔ تو اس کے بارے میں
حیلہ یہ ہے کہ ایک دوست سے کہدے کہ میں نے اس طرح قسم اُٹھائی ہے۔
اگر میں خود نکاح کروں تو عورت مجھ پر مُطلّقہ ہو جاتی ہے۔ اگر اس پر کسی کو وکیل بناؤں
تو بھی طلاق واقع ہو جاتا ہے۔ تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ یہ مخاطب یعنی جس کے
ساتھ خطاب کرتا ہو یعنی حاضر دوست، جب حالِف کی رغبت فلانہ یا
دوسری عورت پر محسوس کریں۔ تو وہ اُن کا نکاح اُس عورت سے کریں۔ حالانکہ
یہ آدمی اُنکے نکاح میں فضولی یعنی اجنبی ہے۔ جب حالف ان کے نکاح پر معلوم
ہو جائے تو فعل کے ساتھ نکاح کا اجازہ کریں۔ یعنی اس طرح کہ عورت کو مہر بھیجدیں یا
جب قادر ہو جائے تو اُس کے ساتھ جماع کریں۔ جب اس طرح حیلہ کرے تو نکاح ہوئی
اور عورت کو طلاق واقع نہ ہوئی۔ اگر اس حالف نے فعل کے ساتھ اجازہ کیا۔ تو

عورت مطلقہ ہو جاتی ہے۔ مبسوط سرخسی ہمارے مذہب میں معتمد بہ کتاب ہے

اُس نے کتاب الحیل لکھا ہے۔ حالانکہ اس حقیقت کے پیش نظر علامہ طرطوسی تحریر

فرماتے ہیں۔ مبسوط السرخسی لایعمل بمایخالفه ولا یرکن الّا الیهِ

وَلایفتی ولایعول الّا علیه ۱۲ مجموعۃ الرسائل ابن عابدین ص ۲۰ ج ۱

ترجمہ :۔ جو مسئلہ مبسوط سرخسی کے خلاف ہو اُس پر عمل نہ کیا جائے اور خاص کر

رجوع اُن کو مناسب ہے اور خاص کر فتوی و اعتماد اس کتاب پر کرنا چاہیئے۔" اسی

صفحہ میں لکھتے ہیں۔

ویجمع الست کتاب الکافی ○ للحاکم الشهید فهو الکافی

اور ظاہر روایت کے چھ کتابوں کا کافی جامع ہے، یعنی کافی حاکم شہید کی تصنیف ہے

وہ بیشک کفایت کرنے والا ہے۔

اقوی شروح الذی کالشمس ○ مبسوط شمس الائمۃ السرخسی

اس کافی کے زیادہ قوی شروح میں جو مانند آفتاب ہیں۔ وہ مبسوط ہے جو شمس ائمہ سرخسی

کی تصنیف ہے۔

علیك بمسوطِ السرخسی انه ○ هو البحر والدر الفرید مسائله

بسوط کتاب پر عمل کرنا آپ پر واجب ہے کیونکہ وہ مانند سمندر ہے اور اُس کے

مسائل مانند گوہر یکتا ہیں

ولاتعتمد الا علیه فانهٗ ○ یجاب باعطاء الرغائب سائله

اور سوائے اس کتاب اعتماد نہ کر۔ کیونکہ وہ سائل کو جواب دیتا مرغوب چیز سے زیادہ

وکافی بحث کے بعد فرماتے ہیں :۔ فالحاصل ان مایتخلص به الرجل من الحرام

اویتوصّل به الی الحلال من الحیل فهو حسن وانّما یکره ذٰلك ان یحتال

فی حق الرّجل حتی یبطله اوفی باطل حتی یموهه اوفی حق حتی یدخل

فیہ شبہۃ فما کان علی ھذا السبیل فھو مکروہ وما کان
علی سبیل الذی قلنا فلا بأس بہ لان اللہ تعالیٰ قال ، وَتَعَاوَنُوا عَلَی
الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ، ففی النوع
الاوّل معنی التعاون علی البرّ والتقوٰی وفی النوع الثّانی معنی التعاون
علی الاثم والعدوان ، مبسوط السرخسی کتاب الحیل الجزء الثلاثون

ترجمہ ، ماسبق کا حاصل یہ ہوا ۔ کہ جس چیز کے ساتھ آدمی حرام سے بچتا ہو
یا حلال تک پہنچتا ہو ۔ تو وہ حیلے حسن ہیں ۔ اور وہ حیلے مکروہ ہیں کہ حیلہ کرے
تاکہ ابطال حق ہو جائے یا باطل کے جواز ہیں کہ اسے مموہ کریں یا حق ہیں کہ اس
میں شبہ داخل ہو جائے پس اس طرح جو حیلہ ہو وہ مکروہ ہے ۔ اور جو پہلے
قسم کا ہو تو جائز ہے ۔ یعنی کچھ پرواہ نہیں ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
کہ نیکی وتقوٰی میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور دشمنی میں ایک دوسرے
کے ساتھ تعاون نہ کرو ، پس قسم اول میں معنی تعاون علی نیکی وتقوٰی
موجود ہے ۔ لہٰذا اس طرح حیلے جائز ہے ۔ اور قسم ثانی میں معنی مدد علی الظلم
والعدوان موجود ہے تو اس قسم کے حیلے مکروہ وناجائز ہیں ۔

مبسوط از کتاب الحیل

اور عالمگیری کے کتاب الحیل میں لکھتے ہیں ۔

الفصل الاوّل فی بیان جواز الحیل وعدمہا من مذھب علمائنا
انّ کلّ حیلۃ یحتال بہا الرّجل لابطال حقّ الغیر او لادخال شبہۃ
فیہ او لتموید باطل فہی مکروھۃ ۔ وکلّ حیلۃ یحتال بہا
الرّجل لیتخلّص بہا عن حرام او لیتوصّل بہا الی حلال فہی حسنۃ
والاصل فی جواز ھذا النوع من الحیل قولہ تعالیٰ وَخُذْ بِیَدِکَ

ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ، وھذا تعلیم المخرج لایوب علی نبینا وعلیہ السلام عن یمینہ الّتی حلف لیضربنّ امرأتہ مائۃ عود وعامۃ المشائخ علیٰ ان حکمھا لیس بمنسوخ وھو الصحیح مِنَ المذھب کما فی الذخیرۃ "۔ عالمگیری ص۲۵ ج۲ ۔

ترجمہ ۔ فصلِ اول بیانِ جواز حیل و عدم جواز میں ہے ۔ ہمارے مذہب کے علماء کا یہ مسلک ہے ۔ الخ اِس کا ترجمہ پہلے گزرا ہے دوبارہ ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ تحت عبارت حموی ملاحظہ فرمائے ۔

فِدیہ کا ثبوت قرآن مجید سے

فدیہ دینے کی بنیاد ایک شرعی قانون کی حیثیت سے اس ایت کریمہ سے ثابت ہے " وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۔

ترجمہ ، یعنی روزہ سے عاجز ہونے والے کا فدیہ (بدلہ) ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہوگا ۔ زندگی میں عجز کے بعد دیا جائے تو بہتر ورنہ وصیّت کرنا لازم ہوگی اگر بلا وصیّت وارث دیدے تو بھی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمالے ۔

فدیہ کا ثبوت احادیث سے

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے روایتیں موجود ہیں ۔

ظاہراً موقوف لیکن حکماً مرفوع ہے ۔

عن ابن عباسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لایصلّی احدٌ عن احدٍ ولا یصوم احد عن احد ولکن یطعم عنہ ۔ ۱۲ مشکل الآثار ۔ اور حافظ ابن حجرؒ درایہ میں لکھتے ہیں کہ اسنادہ صحیح ، علامہ ماردینیؒ لکھتے ہیں کہ اس کی سند علیٰ شرط الشیخینؒ صحیح ہے ۔ ترجمہ ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھے نہ روزہ رکھے

مگر ہاں اس کی طرف سے فدیہ دیدے ۔ وعن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لا یصلین احد عن احدٍ ولا یصومنّ احد عن احد ولکن ان کنت فاعلاً تصدقت عنہ او اھدیت عنہ ۔ ایضًا

ترجمہ : حضرت ابن عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھ سکتا ہے اور نہ روزہ رکھ سکتا ہے لیکن اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو تو اس کی طرف سے صدقہ یا ھدیہ اور فدیہ دیدو ۔

عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قال من مّات و علیہ صیام شھر رمضان فلیطعم عنہ مکان کلّ یوم مسکینًا ۔ رواہ الترمذی کتاب الصّوم ۔

ترجمہ ۔ نافع نے روایت کیا ہے ابن عمرؓ سے اُس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۔ کہ جو کوئی شخص مرجائے اور اس کے ذمہ رمضان کے روزے تھے تو ولی بدلہ ہر دن روزہ سے ایک مسکین کو کھانا کھلائے ۔ ترمذی نے یہ روایت کیا ہے ۔

عبدالرزاق نے سیدنا عبداللہ ابن عباسؓ سے نقل فرمایا ہے :

لا یصلّی احدٌ عن احدٍ ولا یصوم احدٌ عن احدٍ ولکن یطعم عنہ مکان کلّ یوم مدین من حنطۃ ۱۲

ترجمہ ۔ کوئی کسی کی طرف سے نماز نہ پڑھے نہ روزہ رکھے لیکن اس کی طرف سے ہر دن کے عوض دو مدین گندم (یعنی آدھا صاع) خیرات کردے ۔

فدیہ کا ثبوت از فقہاءِ کرام

جامع رموز میں لکھا ہے ۔ والاستحسان ان یجوز الفداء عنھما امّا فی الصّوم فلورود النّص و امّا فی الصّلوۃ فلعموم الفضل ولذا قال محمّد رحمہ اللہ تعالیٰ انہ یجزئہ ان شاء اللہ تعالیٰ الخ ۱۲

ترجمہ :۔ استحسان مشائخ یہ ہے کہ نماز روزہ دونوں سے فدیہ جائز ہو جائے کیونکہ روزہ میں نص قرآنی وارد ہوا ہے اور نماز میں عموم فضلِ الٰہی سے ۔ اسی وجہ سے محمدؒ نے کہا ہے کہ کافی ہو جائے گا انشآء اللہ ۔ ۱۲

شرح الوقایہ میں لکھا ہے ، و فدیۃ کلّ صلوٰۃ کصوم یوم وھو الصّحیح ترجمہ ۔ ہر نماز کا فدیہ ایک دِن کے روزے کی طرح ہے اور وہی صحیح ہے ۔

شرح الیاس میں لکھا ہے ۔ ویعتبر فدیہ کلّ صلوٰۃ فائتۃ کصوم یوم ای کفدیۃ یوم ۔ ترجمہ ۔ ہر فوت شدہ نماز کا فدیہ ایک دن روزے کے اعتبار پر ہے یعنی ایک دِن کے روزے کی طرح ہے ۔

ملا احمد جیون نے تفسیرات احمدیہ میں لکھا ہے ۔

والصّلوٰۃ نظیر الصّوم بل اھمّ فیہ فامرناہ بالفدیۃ احتیاطاً ورجونا القبول من اللہ تعالیٰ فضلاً ۔

ترجمہ ۔ نماز روزے کی مانند ہے بلکہ اس سے بھی اہم لہٰذا ہم نے اس میں بھی فدیہ کا احتیاطاً حکم دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے قبول کی امید ہے ۔ نماز میں فدیہ کا واجب ہونا احتیاطاً ہے ۔

طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں ۔ اعلم انہ قد ورد النّص فِی الصّوم باسقاطہ بالفدیۃ واتفقت کلمۃ المشائخ علیٰ انّ الصّلوٰۃ کالصّوم استحسانًا لکونھا اھمّ منہ وانّما الخلاف بینھم فِی انّ صلوٰۃ یوم کصومہ اوکلّ فریضۃ کصوم یوم و ھو المعتمد ۔ اذا علمت ذٰلک تعلم جھل من یقول ان اسقاط الصّلوٰۃ لا اصل لہ اذ ھذا ابطال للمتّفق علیہ بین اھل المذھب ۱۲ طحطاوی باب الاسقاط ص ۲۳۷

ترجمہ: جان لو کہ روزے کے اسقاط میں ذمۂ میت سے فدیہ دینے پر آیت قرآنی وارد ہُوا ہے۔ اور علماءِ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ نماز روزہ کی مانند ہے ازروئے استحسان مشائخ (یعنی فدیہ نماز دینے سے میّت کا ذمہ فارغ ہوتا ہے) کیونکہ نماز روزے سے اہم ہے۔ بلکہ علماء کے درمیان خلاف اِس بات پر ہے کہ تمام دِن کی نمازیں ایک دِن روزے کے مثل ہیں۔ یا ہر ایک فرض (نماز) ایک دِن روزے کی مانِند ہے۔ اور یہ آخری بات معتمد بہ ہے۔ یعنی ایک فرض نماز کی فدیہ کا مقدار ایک روزہ کی مانند ہے یعنی نِصف صاع (جب آپ نے یہ جان لیا تو اس شخص کے جہل و نادانی کو خوب معلوم کروگے کہ وہ کہتا ہے کہ اسقاط صلوٰۃ کے لئے کوئی اصل نہیں۔ کیونکہ یہ اہل مذہب کے اتفاق کو باطل کرتا ہے ۱۲

ھدایہ میں لکھتے ہیں۔ والصّلوٰۃ کالصّوم باستحسان المشائخ وکلّ صلوٰۃ تعتبر بصوم یوم ھو الصّحیح۔ ترجمہ۔ نماز مثل روزہ ہے اِستحسان مشائخ سے اور ہر نماز کا اندازہ مثل ایک دِن صوم کا اعتبار ہے اور یہ صحیح بات ہے

قال شارحہ فی فتح القدیر تحتہ وجھہ ان المماثلۃ قد ثبتت شرعًا بین الصّوم والاطعام والمماثلۃ بین الصّلوٰۃ والصوم ثابتۃ ومثل مثل الشی جاز ان یّکون مثلا لِذٰلک الشئ وعلیٰ تقدیر ذٰلک یجب الاطعام وعلیٰ تقدیر عدمھا لایجب فالاحتیاط فی الایجاب فأن کان الواقع ثبوت المماثلۃ حصل المقصود الّذی ھو السقوط والّا کان برًّا امتبدأ ماحیا لِلسّیّات الخ

فتح القدیر شرح ھدایہ ص ۲۷۹ ج ۲ و ص ۲۸۰

ترجمہ۔ کمال ابن الہمام حنفی شارح ہدایہ اس عبارت کے تحت فاتح اللّسان ہیں بقولہ الخ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مماثلت ازروئے شریعت درمیان صوم واطعام

ثابت ہو چکی ہے۔ اور مماثلت درمیان نماز وروزہ بھی ثابت ہے (کیونکہ دونوں عبادت بدنی ہیں) اور ہر ایک چیز کے لئے اُس کی مثل جائز ہے۔ کہ وہ مثل بمثل اُس چیز کے ہو جائے۔ اور بناء بر تقدیر مثلیت صلوٰۃ کے فدیہ میں طعام واجب ہوتا ہے۔ اور بناء بر تقدیر عدم مثلیت واجب نہیں ہوتا۔ تو احتیاط کا تقاضا وجوب ہے۔ اگر واقعہ میں مماثلت ہو تو مقصود حاصل ہوگا جو سقوط تھا ورنہ طعام (فدیہ) جدید نیکی جو کہ گناہوں کو محو کرنیوالی ہے وہ تو ہو گئی (یعنی صدقہ نفلی سے جو کہ گناہ محو کرتی ہے اس سے خارج نہیں ہوتا)

فقہاء کرام کے تصریحات آپ نے ملاحظہ کئے کہ فدیۂ نماز بھی جائز قرار دیتے ہیں یعنی ہر قضا نماز جو کسی کے ذمہ رہ گئی ہو اس کا فدیہ فطرانہ کے اندازے پر ایک مسکین کو دینا کافی ہو سکتا ہے۔

نوٹ۔ میّت کے مال سے اوّلاً تجہیز وتکفین کا انتظام ہوگا باقیماندہ مال میں سے پہلے اُس کا قرض ادا ہوگا۔ پھر اگر کچھ بچ جائے تو اُس میں وارثوں کا حق ہے مال کے تہائی حصے میں وصیّت جاری ہو گی قرض کی ادائیگی وصیّت ورثاء کے حق دونوں پر مقدم ہے۔

اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ نماز روزہ وغیرہ بلا عذر نہ چھوڑے اگر کسی سے کسی عذر کی وجہ سے قضا بھی ہو جائے۔ تو مناسب ہے کہ اوّلاً تو اُن فرائض کی قضا اس دنیا میں اپنی زندگی میں خود ادا کرے تاکہ اُس کے ذمہ فارغ ہو جائے۔ یہ بہتر بلکہ زیادہ ضروری امر ہے۔ اگر اُسے وقت برائے ادائیگی ملا تھا لیکن ادا نہیں کیا۔ تو مرتے وقت اُس پر اُس کے متعلق یہ وصیّت لازم ہے کہ میرے مال میں سے اتنی مقدار میں فدیہ دیدیا جائے جتنی کہ متروکات ہوں۔

عبارت مراقی الفلاح ملاحظہ فرمائیے

علیٰ من افطر فی رمضان الوصیۃ ای بفدیۃ ما قدر علیہ مِن

ادراك عدة من ایّام اخر ان افطر بعذر ۱۲ اگر اس نے بلا عذر نماز و روزہ ادا نہ کیا ہو اور اتنا وقت بھی اُسے نہ ملا ہو کہ اُن (فرائض) کے قضا ادا کریں۔ تو اُس پر وصیّت کرنا لازم ہے۔ "بجمیع ما فاته" تاکہ ورثا اس کا فدیہ دیدیں اس کی قبولی کی اُمید ہے اگرچہ اُس سے تقصیر ہو چکی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عبارة مراقی الفلاح وان لم یدرك عدة من ایام اُخر ان افطر بدون عذر لزمه ای الایصاء بجمیع ما افطره لان التقصیر منه لکنّه یرجی له العفو بفضل الله بفدیة ما لزمه وبقی بذمّته حتیٰ ادرکه الموت فیخرج عنه ولیه من ثلث ما ترك ۱۲

مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۳۷ باب اسقاط

اگر کوئی شخص بغیر عذر کے نماز روزہ میں تقصیرات کرتا ہے۔ تو اُس کے ذمہ عائد و لازم ہے۔ خدائے ربّ العزّت کا اختیار ہے کہ معاف کرے یا سزا دے اُن سے اگر وہ فدیہ دینے کا وصیّت بھی کرے تو ان کا ذمّہ فارغ نہیں ہوتا یعنی فدیہ دینا کافی نہیں ہوتا ہے۔ لیکن مستصفیٰ کے دیباچہ میں دلالت علیٰ الجواز معلوم ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے ۱۲

وفی الکلام رمز الی انه لو فرط فی اداٰئهما باطاعة النفس وخداع الشیطان ثمّ ندم فی اخر عمره واوصی بالفدیة لم یجز لکن فی دیباجة المستصفیٰ دلالة علی الاجزاء والیٰ انه لو لم یوص بفدائهما وتبرع وارثه جاز الخ ولاخلاف انه امر مستحسن یصل ثوابه الیه ۱۲

جامع الرّموز ص ۱۶۲ کتاب الصّوم

اور اسی طرح عبارة مجموعة رسائل ابن عابدین میں لکھا ہے۔

والقیاس ان لایجوز الفداء عن الصّلاة والیه ذهب البلخی ۱۲

وفیہ اشارۃ الیٰ انہ لو فرط باداءہما باطاعۃ النفس وخداع الشیطن ثمّ ندم فی اٰخرہ عمرہ واوصیٰ بالفداء لم یجزئ لکن فی المستصفیٰ دلالۃ علی الاجزاء والیٰ انہ لولم یوص بفدائہما وتبرّع وارثہ جاز ولا خلاف انہ امر مستحسن یصل الیہ ثوابہ وینبغی ان یفدی قبل الدّفن وان جاز بعدہ کما فی القہستانی " مجموعۃ رسائل ابن عابدین ص ۲۱۹ ج ۱

ترجمہ دونوں عبارتوں کا یہ ہے، مجموعہ رسائل میں لکھا ہے کہ قیاس یہ ہے کہ نماز سے فدیہ دینا جائز نہ ہو جائے اور اس کو بلخیؒ نے زہاب کیا ہے۔ اس میں اس امر کا اشارہ ہے۔ کہ اگر اس سے نفس کی اطاعت اور شیطان کی دھوکہ سے نماز ادا کرنے میں نقصان ہو چکا ہو یعنی نماز ادا نہ کیا ہو، پھر آخر عمر (مرض الموت) میں نادم و پشیمان ہو کر فدیہ دینے کے لئے وصیت کیا۔ تو کافی نہیں۔ لیکن کتاب مستصفےٰ میں کافی ہونے پر دلالت ہے۔ اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر فدیہ دینے کے لئے وصیت نہ کیا ہو لیکن وارث نے تبرّع کیا تو جائز ہے۔ اور اس میں کسی کا خلاف نہیں۔ کہ یہ امر مستحسن یعنی نیک کام جسکا ثواب میت کو پہنچتا ہے یعنی امر مستحسن تو ضرور ہے بلا خلاف اور مناسب ہے کہ فدیہ دفن ہونے سے قبل دیا جائے اگر بعد از دفن بھی جائز ہے۔"

اور علامہ ابی الخلاّص نے بھی لکھا ہے۔

فلو وجب علیہ قضاء شیئ من رمضان فلم یقضہ حتیٰ صار شیخًا فانیًا لا یرجی برؤہ جاز لہ الفدیۃ " حاشیۃ العلاّمۃ ابی الخلاص الشیخ الحسن بن عمار بن علی الوفائی الشرنبلالی الحنفی علی ہامش درر الحکام فی شرح غرر الاحکام ص ۲۰۹ ج ۱

ترجمہ۔ علامہ شرنبلالی الحنفیؒ نے ہامش درر الحکام میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص

پر قضاء رمضان واجب ہوگیا۔ لیکن ادا نہ کیا اُس وقت تک حتیٰ کہ شیخ فانی ہوگیا یعنی اُس کی صحت یاب ہونے کی اُمید نہ رہی۔ اُس شخص کو فدیہ ادا کرنا جائز ہے

(نوٹ) فدیہ دینا زندگی میں نماز کے لئے جائز نہیں۔ بخلاف روزہ کے۔ کہ زندگی میں شیخ فانی سے فدیہ دینا جائز ہے۔ ملاحظہ فرمائے۔

وفی القنیة ولا فدیة فی الصّلوٰة حالة الحیات بخلاف الصّوم۔ آہ

اقول ووجہ ذٰلك انّ النّص انما ورد فی الشیخ الفانی انه یفطر ویفدی فی حیاته الخ۔ ومقتضاه ان غیر الشیخ الفانی لیس له ان یفدی عن صومه فی حیاته لعدم النّص ومثله الصّلاة ولعلّ وجهه انه مطالب بالقضاء اذا قدر ولا فدیة علیه الا بتحقق العجز منه بالموت فیوصی بها بخلاف الشیخ الفانی فانه تحقق عجزه قبل الموت عن اداء الصّوم وقضائه فیفدی فی حیاته ولا یتحقق عجزه عن الصّلاة لانه یصلّی بما قدر ولو مؤمیاً برأسه فان عجز عن ذٰلك سقطت عنه اذا کثرت بان صارت ستا فاکثر ولا یلزمه قضاءها اذا قدر۔ آہ مجموعہ رسائل ابن عابدین صہ ۲۱۸ ج ۱

ترجمہ۔ قنیہ میں لکھا ہے کہ نماز کے لئے فدیہ دینا کسی کی زندگی میں جائز نہیں بخلاف روزہ کے۔ علامہ ابن عابدین کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ نص شیخ فانی کے بارے میں وارد ہوا ہے کہ وہ افطار کرے اور فدیہ زندگی میں دیدیں اس کا مقتضا یہ ہے کہ شیخ فانی کے سوا کے زندگی میں روزہ کے لئے فدیہ دینا جائز نہیں لعدم النّص۔ اور اُس کے مانند نماز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے شاید اس پر قضا واجب ہے جب قادر ہو جائے اور فدیہ اُس پر واجب نہیں جب کہ اس کا عجز متحقق نہ ہو مرنے پر کہ اُس کے لئے وصیت کریں بخلاف شیخ

فانی کے۔ کہ اُس کا عجز قبل از موت ثابت ہو چکا ہے۔ کیونکہ شیخ فانی روزہ کے
ادا سے عاجز ہے اور قضا سے بھی۔ تو وہ زندگی میں روزے کے لئے فدیہ دے
اور شیخ فانی کا عجز نماز سے متحقق نہیں۔ کیونکہ وہ نماز ادا کرے جس طریقے سے وہ
قادر ہو اگرچہ سر کے اشارے سے ہی ہو۔ اگر سر کے اشارے سے عاجز ہو جائے
تو اُس سے نماز ادا کرنا ساقط ہو جاتا ہے، جب کہ حد کثرت تک پہنچ جائے ای
کہ چھ نمازیں یا زیادہ ہو جائیں اور اُس پر قضا لازم نہیں ہے اُن نمازوں کی
جب کہ قادر ہو جائے۔

اور اسی طرح علامہ طحطاوی فرماتے ہیں

ولو فدی عن صلاۃ ترفی مرضہ لایصح بخلاف الصوم "
طحطاوی علی المراقی ص۲۳۹

ترجمہ: اگر کسی شخص نے مرض میں نماز کے لئے فدیہ دیا تو صحیح نہیں ہے
بخلاف روزہ کے۔ کہ اُس کے لئے فدیہ یعنی زندگی میں جائز ہے۔

فدیہ میں اباحت بھی جائز ہے ملاحظہ فرمائے

و ھل تکفی الاباحۃ فی الفدیۃ قولان المشھور نعم و اعتمدہ
الکمال " طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۱۳۹ اور مجموعہ رسائل
ابن عابدین ص۲۶۱/۱

ترجمہ۔ آیا فدیہ میں اباحت کافی ہوتا ہے اس میں دو قول ہیں۔ مشہور قول
یہ ہے کہ ہاں۔ (کافی ہوتا ہے، کمال ابن ہمام صاحب فتح القدیر نے اِسے
معتمد بہ کیا ہے۔

نوٹ۔ صدقہ فطر میں اباحت کافی نہیں ہوتا تملیک ضروری ہے۔ فتاوی ودودیہ
و قال قولہ المشھور نعم فان ما ورد بلفظ الاطعام جاز فیہ الاباحۃ

والتملیك بخلاف ما بلفظ الاداء والایتاء فانه للتملیك كما فی المضمرات وغیرہ قہستانی ۱۲ ص ۲۱۷ ج ۱ مجموعہ رسائل ابن عابدین ۔

ترجمہ ۔ اور جو قول مشہور ہے کہ فدیہ میں اباحت کافی ہوتی ہے ۔ یہ اس لئے کہ جس چیز میں لفظ اطعام وارد ہوا ہے اُس میں اباحت و تملیک دونوں جائز ہیں بخلاف کہ جس میں لفظ اداء وایتاء وارد ہو یعنی اس میں اباحت جائز نہیں، کیونکہ یہ الفاظ برائے تملیک ہیں جیسا کہ کتاب مضمرات وغیرہ میں ہے قہستانی ۱۲

تملیک کے معنی یہ ہے کہ بمقابل ہر نماز یا روزہ فقیر کو نصف صاع گندم یا اُس کی قیمت بطریق تملیک اُس کے ہاتھ میں دیدے ۔

اباحت کے معنی یہ ہے ۔ کہ بمقابل ہر نماز یا روزہ فقیر کو دونوں وقت کھانا کھلائے ۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ اُس کھانے کی قیمت نصف صاع گندم کے قیمت کے برابر ہے یا نہیں ۔ یعنی کھانے کی قیمت نصف صاع گندم سے کم ہو یا زیادہ اس میں کوئی حرج نہیں ۔

دونوں وقت سے مراد دو وقت ہیں ۔ ایک صبح اور ایک شام ، یا ایک عشاء اور ایک سحور ہو ۔ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا یعنی ف[illegible] کے اباحت میں ایک وقت سے کفایت نہیں ہوتا ۔ جیسا کہ کفارات میں کفایت نہیں ہوتا ۔

یہ ضروری ہے کہ مسکین ایک ہو ۔ یعنی اگر ایک مسکین کو صبح کھانا کھلایا تو شام کے وقت بھی اُسی مسکین کو کھلانا پڑے گا ۔ دوسرے مسکین کو کھلانا جائز نہیں ۔ مگر ہر ایک اُن دونوں میں سے ہو اسی کو دوسرے وقت میں کھانا کھلائے پھر کافی ہوتا ہے ۔

یہ بھی ضروری ہے ۔ کہ فقیر کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ہوگا یعنی اگر فقیر پہلے ہی سے پیٹ بھر کر کھا چکا ہو تو اُس کو کھانا کھلانے سے فدیہ کافی

نہیں ہوگا۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں صبی غیر مراہق نہ ہو اگر مراہق ہو (یعنی قریب البلوغ ہو) تو جائز ہے ۱۲ اور یہ بھی ضروری ہے کہ اگر روٹی گندم کے علاوہ کسی اور چیز سے پکائی گئی ہو تو اس کے ساتھ ترکاری وغیرہ رکھنا لازمی ہے تاکہ خوب سیر ہو جائے۔ اگر گندم کی روٹی ہو تو اُس کے ساتھ ترکاری یعنی ادام مستحبّ ہے۔

جمع بین اباحت و تملیک جائز ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

وقالوا تصح الاباحة بشرط الشبع فی الکفارة والفدیة ککفارة الیمین وفدیة الصّوم وجنایة الحج. وجاز الجمع بین اباحة وتملیک بخلاف الزّکوٰة والفطرة والعشر فعلیٰ ھٰذا لو صنع طعاما ودعی الفقراء الیہ لیجعلہ عن کفارة یمین او فدیة صوم او جنایة ولا یشترط التّملیک وھو ان یعطی الفقیر شیئًا فی یدہ علیٰ سبیل التملیک نعم یشترط لکلّ فقیر اکلتان مشبعتان والفقیر الواحد یکفی فی جمیع ھذہ الابواب الّا باب الیمین فانّ کفارتہ انّما تجوز لعشرة مساکین بالنّص او یتکرر له ذٰلک عشرة ایّام ۱۲ مجموعہ رسائل ابن عابدین ص ۲۲۱

ترجمہ۔ علماء نے لکھا ہے کہ کفارہ و فدیہ میں اباحت صحیح ہے بشرطیکہ فقیروں کو پیٹ بھر کر کھلائیں۔ جیسا کہ کفارہ یمین اور روزہ کا فدیہ اور حج کی جنابت میں اور جمع اباحت و تملیک جائز ہے خلاف زکوٰۃ و صدقہ فطر و عشر میں، پس بناء برایں اگر روٹی تیار کر کے فقراء کو دیں اور نیت میں کفارہ یمین یا روزے کا فدیہ یا حج کی جنایت ہو تو صحیح ہے کیونکہ تملیک شرط نہیں ہے۔ تملیک کے معنی یہ ہے کہ فقیر کو چیز دیدیں اُس کے ہاتھ میں علیٰ سبیل التملیک۔ ہاں ہر فقیر کے لئے دو وقت پیٹ بھر کر کھانا شرط ہے۔ اور ایک فقیر ان تمام ابواب میں کافی ہوتا ہے صرف

کفارہ یمین کہ اس میں نص کے ساتھ دس فقیروں کو فدیہ دینا جائز ہوتا ہے یا ایک فقیر کو دس دن مکرّر کریں ۱۲

جمع بین اباحت و تملیک کے معنیٰ

جمیع کفارات و فدیہ صیام و صلوٰۃ میں جمع بین التملیک والاباحت جائز ہے۔ یعنی صدقۃ الفطر میں جمع جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں تملیک ضروری ہے، مثلاً کفارہ یمین میں دس مسکینوں کو صبح و شام کھانا کھلانا ضروری ہے۔ تو اُن میں سے پانچ کو نصف نصف صاع کی قیمت دی۔ اور پانچ کو صبح و شام کھانا کھلایا تو جائز ہے۔

یا مثلاً کفارہ ظہار میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ضروری ہے دونوں وقت تو ان ساٹھ مسکینوں کو ایک وقت کھانا دیا مثلاً صبح کے وقت کھانا دیا تو شام کے وقت اُن کو قیمت دینا بھی جائز ہے۔ لیکن فی نفر کو صاع کی ربع یعنی ۱/۴ حصّہ کی قیمت دینا ہوگا کیونکہ شریعت میں نصف صاع صبح و شام دونوں کی مقدار ہے۔ تو فی وقت کی مقدار ۱/۴ حصّہ صاع ہوگی۔

اسی طرح نمازوں کے فدیہ میں جمع بینہما جائز ہے مثلاً دس نمازوں کا فدیہ پانچ صاع گندم یا اس کی قیمت ہے۔ تو مثلاً چھ مسکینوں کو صبح و شام کھانا کھلایا اور دو صاع گندم یا اُس کی قیمت چار مسکینوں کو بحساب نصف نصف صاع ہر مسکین کو گندم یا اُس کی قیمت دی تو جائز ہے اور اسی طرح روزوں کی فدیہ میں بھی جائز ہے۔

اگر میّت نے وصیّت کی ہو تو ولی میّت پر فدیہ دینا واجب ہے۔ الحاصل ہمارے مذہب میں اگر میّت نے وصیّت کی ہو کہ مجھ سے اتنی نمازیں اور روزے وغیرہ قضاء ہو چکی ہیں اتنی مقدار میں فدیہ دیں۔ تو وارثوں پر لازم ہے کہ فدیہ

دیدیں ثلث مالِ میت سے۔ اگر وصیت نہ کی ہو تو وارث پر لزوم نہیں ہاں اگر تبرع واحسان کیا تو فدیہ دینا بھی جائز ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

ہدایہ کا عبارت۔ "ثم لابد من الایصاء عند نا خلافا للشافعی"

اس عبارت کے تحت عینی شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں۔ یعنی اذا اوصی یلزم الاطعام عنه علی الولی من ثلث ماله وبه قال مالك فیجزیه انشاء الله تعالیٰ وان لم یوص لا یلزم علی الولی الاطعام ومع هذا لو اطعم جاز انشاء الله تعالیٰ خلافا للشافعی فعنده لاحاجة الی الایصاء بل یلزم الولی ان یطعم عنه اوص اولم یوص به وبه قال احمد ۔ عینی شرح الهدایه ص ۱۳۵۳ ــــ کتاب الصوم۔

ترجمہ، یعنی اگر میت نے وصیت کی۔ تو اس سے طعام دینا ولی پر لازم ہے مال میت کے تیسرے حصے سے۔ اور یہ مالکؒ کا قول بھی ہے۔ تو انشاء اللہ کافی ہو جائے گا۔ اگر میت نے وصیت نہیں کی ہو۔ تو ولی پر اطعام دینا لازم نہیں ہے اور مع عدم لزوم اگر اطعام دیا۔ تو جائز ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اسی مسئلہ میں شافعیؒ کا خلاف ہے یعنی ان کے نزدیک میت کے وصیت کی کوئی حاجت نہیں بلکہ ولی میت پر لازم ہے کہ میت سے اطعام دے خواہ میت نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور یہ احمد بن حنبلؒ کا قول بھی ہے ۔ عینی شرح الهدایة

اور عنایہ شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں۔ فاذا اوصی یؤدی الوصی من ثلث ماله لکل یوم مسکینا بقدر مایجب فی صدقة الفطر وان لم یوص وتبرع الورثة جاز وان لم یتبرعوا لایلزمهم الاداء بل یسقط فی حکم الدنیا ۔ شرح العنایة علی الهدایة علی هامش فتح القدیر ص ۲۷۳ ج ۲ ترجمہ، اگر میت نے وصیت کی ہو تو وصی اس کے

تیسرے حصے مال میں سے ایک مسکین کو ہر دن روزے سے اتنی مقدار دے جو صدقۃ الفطر میں واجب ہے۔ یعنی نصف صاع گندم یا اس کی قیمت) اگر وصیّت نہ کی ہو بلکہ ورثاء نے تبرعاً واحساناً فدیہ دیا تو جائز ہے۔ اگر ورثاء نے تبرع نہ کیا تو ان پر اداء لازم نہیں (یعنی فدیہ کی) بلکہ ورثاء سے دنیا میں حکم ساقط ہو گیا۔ انتہیٰ

بل یسقط فی حکم الدّنیا کی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ میّت سے آخرت میں سقوط نہیں ہوتا یعنی اُس کا ذمہ فارغ نہیں ہوتا۔ لہٰذا ورثاء کیلئے مناسب ہے۔ کہ اپنی طرف سے تبرّع کریں تاکہ میّت کا ذمہ فارغ ہوجائے انشاءاللہ تعالیٰ ۱۲

قریبُ الموت شخص پر واجب ہے۔ کہ فدیہ ادا کرنے کے متعلق وصیّت کریں اگر اس کا مال ہو۔ بلکہ اُس پر بھی وصیّت لازم کہ جس نے بلا عذر قصداً روزہ افطار کیا ہو یا نماز وغیرہ بلا عذر ترک کیا ہو۔ اور اُن کی قضا نہ لایا ہو۔ عبارت ملاحظہ فرماویں

وفیہ ان الایصاء واجب ان کان لہ مال کما فی القنیۃ ولا یختص ھذا بالمریض والمسافر بل یدخل فیہ من افطر متعمّداً او وجب القضاء علیہ او لعذر ما وکذا کلّ عبادۃ بدنیّۃ وان لم یوص فلا لزوم وان تبرّع الوصی بالاطعام من غیر وصیۃ صح ویکون لہ ثواب ذالک وعلیٰ ھذا الخلاف الزکوٰۃ ۱۲ مجموعۃ رسائل ص ۲۱۹ ج ۱

ترجمہ۔ اس میں اشارہ ہے کہ میّت یعنی قریب الموت آدمی پر وصیّت کرنا واجب ہے۔ اگر اُس کے پاس مال ہو۔ جیسا کہ قنیہ میں ذکر ہے۔ اور یہ وصیّت کرنا مریض و مسافر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس میں وہ (سب) داخل ہیں جو قصداً روزہ نہ رکھے یا عذر کی وجہ سے نہ رکھے اور اُن پر قضا لازم ہو گیا ہو اور اسی طرح

ہر عبادت بدنی میں تقصیر کیا ہو۔ وہ بھی اس میں داخل ہیں۔ اگر میت نے وصیت نہ کی۔ تو ورثاء پر لزوم نہیں۔ اگر وصی نے تبرع کیا تو صحیح ہے اور میت کو اُس کا ثواب ملتا ہے۔ اور اسی خلاف پر زکوٰۃ بھی ہے۔

اور علامہ ابن عابدین دوسری جگہ لکھتا ہے۔ ولیس مما یفارق فیہ الصوم الصلاۃ ما افادہ صاحب المستصفی وغیرہ انہ یوصی وان افطر بغیر عذر ویرجیٰ لہ العفو باخراج الفدیۃ فان الصلاۃ کذٰلک علی الظاھر ۱۲ مجموعہ رسائل ص ۲۲۴/۱

ترجمہ۔ یعنی روزہ اور نماز میں کچھ فرق نہیں۔ اس بارے میں کہ جو صاحب مستصفی وغیرہ نے لکھا ہے کہ (اگر) کوئی شخص وصیت کرے گا اگرچہ روزہ کا بلا عذر افطار کیا ہو۔ اور اُس کے لئے امید عفو ہے فدیہ ادا کرنے پر۔ یعنی ظاہر پر نماز بھی اس طرح ہے۔ یعنی اگر کسی نے (بلا عذر نماز ترک کیا اور دنیا میں قضاء نہ لایا اور مرتے وقت فدیہ دینے کے لئے وصیت کی ہو تو اُس کے لئے بھی عفو کی اُمید ہے جب کہ ورثاء فدیہ ادا کریں۔

میت کی وصیت تیسرے حصہ میں جاری ہو گی۔

اس کی تشریح یہ ہے کہ اگر میت نے زیادہ مقدار کے لئے وصیت کی تو ورثاء پر لازم نہیں کہ میت کے مال کے تیسرے حصے سے زیادہ مقدار دیں۔

بقول ایک شاعر

چوں وصیت کند بفدیہ خویش ٥ نیست واجب ز ثلث مالش بیش

ثلث مال سے مراد جمیع مال کا ثلث یعنی تیسرا حصہ ہے۔ لیکن اُس حالت میں کہ میت کے ذمہ کسی کا قرض نہ ہو۔ اگر قرض ہو تو پہلے قرض ادا ہوگا وصیت پھر اس باقی ماندہ (مال) کے ثلث سے جاری ہوگی۔ لیکن یہ بھی اُس وقت کہ میت کیلئے

وارث ہو اگر وارث نہ ہو تو جمیع مابقی سے وصیت نافذ ہوگی۔ ملاحظہ فرمائے عبارت

قال فی الطحطاوی وینفذ الوصیۃ من الثلث بشرط ان لا یکون فی التّرکۃ دین من دیون العباد۔ حتی لوکان ینفذ ذٰلک من ثلث الباقی الا اذا لم یکن لہ وارث فحینئذٍ ینفذ من جمیع ما بقی انتہی

وایضًا فی مجموعہ رسائل ص ۲۱۹ ویلزم ای یجب اطعام الوارث من الثلث ان کان لہ وارث والا فمن الکل ان اوصی المورث "

فدیہ کی مقدار۔ اور صاع کی تحقیق!

فدیہ کی مقدار نصف صاع ہے۔ لیکن نصف صاع کی مقدار کل صاع کی مقدار پر موقوف ہے۔ اور صاع میں علماء کا اختلاف ہے۔

علامہ کشمیری و سندھی رحمہما اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔

ے صاع کوفی ہست اے مرد فہیم ○ دو صد ہفتاد تولہ مستقیم

ترجمہ۔ اے مرد ہوشیار! صاع کوفی دو سو ستر تولہ کے برابر ہے۔ اور مولانا محمد شفیع صاحب ارجح الاقاویل فی اصح الموازین میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ صاع دو سو اسی تولے ہیں۔ بحوالہ البصائر لحمد اللہ الداجوی ص ۱۳۰ غیاث اللّغات میں لکھتا ہے۔ کہ صاع نام پیمانہ است کہ چہار مدّ باشد و ہر مدّ یک رطل و ثلث رطل باشد از شرح نصاب و یکی از محققین در رسالہ اوزان نوشتہ کہ صاع دو صد و سی چہار تولہ باشد ۱۲ باب الصّاد غیاث اللّغات ۱۲

و صاع پیمانہ است وآن چہار مد است ہر مدی دو مشت دست آدم مستوی الخلقۃ چون دست را کشیدہ دارد ۱۲ منتخب اللّغات باب الصّاد مع العین

سیف المقلّدین میں لکھا ہے کہ صاع عراقی ۲۸۳ تولے ہیں اور نصف ۱۴۱ تولہ ۶ ماشہ دو جو کے برابر ہے ۱۲ اور حضرت امام فخرالدّین عثمان بن علی الزیلعی حنفیؒ نے

شرح کنز تبیین الحقائق ص ۳۰۹ میں فرماتے ہیں۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ صاع کی مقدار آٹھ ارطال بغدادی ہیں یہ امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب اور اہل عراق کا مذہب بھی ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ صاع پانچ ارطال مکمل و ثلث رطل ہے اور یہ اہل حجاز کا مذہب ہے۔ اُن کے لئے استدلال ایک حدیث ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ہمارا پیمانہ اور پیمانوں سے چھوٹا ہے اور یہ واضح طور پر معلوم ہے کہ پانچ ارطال معہٗ ثلث رطل چھوٹا ہے آٹھ ارطال والے سے۔ اور یہ چھوٹا صاع صاع حجازی ہے۔ اور یہ روایت ہے کہ ابو یوسفؒ جب حج کے لئے گیا تو اہل مدینہ سے صاع کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ صاع پانچ ارطال و ثلث رطل ہیں۔ اور اُن کو (ملنے) ایک گروہ آگیا ہر ایک کے پاس پیمانہ تھا۔ تو بعض نے کہا اپنے باپ نے یہ کہا ہے اور کوئی کہنے لگا کہ مجھے اپنے بھائی نے خبر دی ہے کہ یہ صاع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ تو ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مذہب سے یعنی امام صاحب کے مذہب سے رجوع کیا۔ اور ہمارے امام صاحب کی مذہب کے لئے دلیل یہ ہے کہ امام صاحبؒ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مد کے اندازہ یعنی دو رطل پانی کے ساتھ وضو کرتے تھے۔ اور غسل صاع کے مقدار یعنی آٹھ ارطال پانی کرتے تھے۔ اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ غسل جنابت صاع کی مقدار یعنی آٹھ ارطال پانی کے ساتھ کرتے تھے۔ اور وہ اہل عراق پر اس صاع کی وجہ سے فخر کرتی تھی کہ میں آپ لوگوں کو صاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکال دوں اور اس صاع کا نام حجاجی تھا یعنی صاع حجاجی پر مشہور تھا۔ اس کا وجہ تسمیہ علماء کرام یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ صاع گم ہوگیا تھا

توحجاج نے باہر نکلوایا اور وہ اہل عراق پر احسان کرتے تھے اور خطبہ میں یہ
الفاظ بولتے تھے، یا اهل العراق یا اهل الشقاق والنفاق ومساوی
الاخلاق الم اخرج لکم صاع عمر رضی الله تعالیٰ عنه
اور اسی وجہ سے یہ صاع صاع حجاجی مشہور تھا (یعنی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کا صاع بھی آٹھ ارطال تھا اس لئے ھدایہ میں لکھا ہے وھکذا کان صاع
عمر رضی الله تعالیٰ عنه) اور ہم ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کے دلیل کا
یہ جواب دیتے ہیں کہ انہوں نے جو روایت کیا ہے۔ اس کے لئے دلیل نہیں۔
بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ہمارا صاع چھوٹا
ہے یہ بھی جائز ہے کہ آٹھ ارطال والا بھی اصغر الصیعان ہو یعنی پیمانوں میں
چھوٹا ہو۔ بلکہ ظاہر یہ ہے کیونکہ اہل عرب صاعِ ہاشمی بھی استعمال کرتے تھے،
حالانکہ صاع ہاشمی صاع حجاجی سے بڑا ہے۔ اور جو جماعت اُن کے ساتھ حج میں
ملی تھی۔ اس سے بھی اُن کا حجت نہیں بنتا۔ کیونکہ وہ مجہولین ہے۔ اور نا
معلوم سے نقل کرتے تھے۔ حالانکہ یہ حجت نہیں بنتا۔ جیسا کہ حدیث کے اصول
میں مذکور ہیں۔ اور کسی نے کہا ہے کہ امام صاحب اور ابو یوسفؒ کے درمیان
صاع میں کچھ خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ابو یوسفؒ جو صاع کی مقدار پانچ ارطال
وثلث رطل یعنی رطل کا تیسرا حصہ بیان کیا ہے وہ مدینہ کے رطل کے حساب
کے مطابق کیا ہے۔ حالانکہ مدینہ کی رطل اہل بغداد کے رطل سے بڑا ہے
کیونکہ مدینہ کی رطل تیسؔ استار کے برابر ہے اور رطل بغدادی بیسؔ استار
ہے۔ جب آٹھ ارطال بغدادی اور پانچ ارطال وثلث رطل مدنی کا اندازہ
کیا جائے تو دونوں برابر ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہم پیدا ہوا ہے۔ اور
یہ توفیق بینہما زیادہ اچھا ہے۔ کیونکہ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں

امام ابو یوسفؒ کے خلاف ذکر نہیں کیا ہے اگر خلاف ہوتا تو ضرور ذکر کرتا۔ کیونکہ وہ اپنے مذہب کو خوب جانتا ہے۔ انتہیٰ عبارتہ

اسی وجہ سے علامہ طحطاویؒ نے فرمایا ہے۔ ولا خلاف بینهما کما فی الفتح لان محمدًا رحمه الله تعالیٰ ادری بمذهبه ولم ینقل عنه خلافًا فمراد ابو یوسف رحمه الله تعالیٰ رطل المدینة وهو ثلاثون استار بکسر الهمزة ومراد محمد رحمه الله تعالیٰ رطل العراق وهو عشرون استارا فیکون المجموع علی القولین مائة وستین استارًا کما فی البحر والاستار ستة دراهم ونصف کما فی المنح والشرنبلالیة الخ طحطاوی علی الدر المختار ص ۴۳۷ ج ۱

ترجمہ۔ ابو یوسفؒ و امام صاحبؒ کے درمیان صاع کے متعلق کچھ خلاف نہیں جیسا کہ فتح میں ذکر ہے (یعنی اشارہ فتح القدیر کو ہے یا فتح الباری کو) کیونکہ محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے مذہب کے خوب واقف تھے۔ انہوں نے ابو یوسفؒ کے خلاف ذکر نہیں کیا ہے۔ تو ابو یوسف صاحبؒ کا مراد رطل مدینہ سے ہے۔ وہ تیس استار ہے۔ اور محمد صاحبؒ کا مراد عراق کے رطل سے ہے۔ وہ بیس استار ہے۔ تو مجموعہ دونوں اقوال پر ایک سو ساٹھ ۱۶۰ استار ہوتے ہیں، جیسا کہ کتاب بحر الرائق میں لکھا ہے اور استار کا اندازہ ساڑھے چھ درہم و نصف ہیں ۱۲ طحطاویؒ ۱۲ بیان اللسان میں لکھا ہے کہ رطل آدھ سیر ہے یعنی چالیس ۴۰ تولے یعنی آدھ سیر انگریزی ہے۔ ۱۲ باب المد ۱/۶ مع الطاء ص ۳۱۸ حضرت علامہ طحطاوی و زیلعی کے عبارت سے معلوم ہوا کہ صاع میں اُن کے درمیان خلاف

حاشیہ، منجد میں لکھا ہے صاع ایک پیمانہ ہے جو دو سیر چودہ چھٹانک چار تولہ کے مساوی ہوتا ہے۔

اعتباری ہے نہ کہ حقیقی۔ ان سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ علماء کرام کے درمیان جو تولوں کے لحاظ بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ اس خلاف کا منشا یہی ہے یا یہ کہ مُد کا وزن مختلف ہے یا درہم کے لحاظ سے، کیونکہ بعض درہم کا اندازہ کم اور بعض کا زیادہ۔ لہٰذا یہ اختلاف بین العلماء اعتباری ہے نہ کہ حقیقی۔ یعنی مآل سب کا ایک ہے اور از روئے احتیاط اس قول پر عمل کیا جائے کہ جس نے زیادہ مقدار بیان کیا ہو۔ کیونکہ اس پر عمل درآمد ہونے میں خروج عن العھدۃ بالیقین ہے۔ اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے مبسوط سے نقل کیا ہے کہ عبادات میں احتیاط واجب ہے۔ لہٰذا صاع کی مقدار انگریزی سیر کے حساب سے ساڑھے تین سیر ہے جیسا کہ قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی نے تحریر کیا ہے۔ کہ صاع ایک پیمانہ ہے مساوی تقریباً ساڑھے تین سیر انگریزی ۱۲ بیان اللسان ص۲۱۷ اور انگریزی سیر مبلغ اسّی تولے ہیں تو نصف صاع کی مقدار پونے دو سیر ہوتا ہے اور پکہ سیر جو کہ ۱۰۸ تولے ہیں اس حساب سے صاع دس چھٹانک دو سیر صرف چار ماشے کم۔ تو نصف صاع کی مقدار پانچ چھٹانک ایک سیر ہو گیا۔ لیکن علماء کرام نے لکھا ہے کہ احتیاط اس میں ہے۔ کہ اگر انگریزی سیر کے حساب سے ہو تو فدیہ دو سیر ادا کرنا چاہئے اگر پکہ سیر کے حساب سے ہو تو ڈیڑھ سیر ادا کرنا چاہئے اگر اس سے لوگ زیادہ دیتے ہوں تو بہت اچھا ہے۔

نوٹ۔ مراد صاع سے وہ ہے جو صاع میں آتا ہو نہ نفس صاع تو احتیاطاً فدیہ کی مقدار انگریزی سیر کے حساب سے دو سیر گندم اور پکہ سیر حساب سے ۱½ گندم یا اسکی

تیسیر القاری شرح صحیح البخاری باب فرض صدقۃ الفطر میں کہتے ہیں۔ کہ صاع چہار مُد است وآن چہار سیر شاہ جہانی است ۱۲ نوٹ۔ اگر کلو کے مطابق دینا ہو تو دو کلو یا ان کی قیمت دے کیونکہ کلو انگریزی سیر سے ایک چھٹانک زیادہ ہے ۱۲ وفیہ الاحتیاط

قیمت دے۔ شامی میں لکھا ہے۔ کہ نصف صاع مِنْ بُرٍّ اومن دقیقہ اوسویقہ اوصاع تمرا وزبیب اوشعیر اوقیمتہ وھی افضل

ترجمہ۔ یعنی نصف صاع گیہوں دے یا گیہوں کا آٹا یا ستو دیا جائے یا ایک صاع کھجور یا کشمش یا جو دیا جائے یا اُس کی قیمت دے۔ اور قیمت کا دینا افضل ہے۔ ۱۲

نوٹ۔ آٹا اور ستو میں اولی یہ ہے کہ اگر یہ دینا ہو تو نصف صاع گیہوں کے قیمت کے برابر ہو۔

نوٹ۔ ہمارے مذہب میں وارث پر فدیہ واجب ہونے کے دو شرائط ہیں ایک یہ کہ میّت مالدار ہو دوسری یہ کہ میّت نے وصیت بھی کی ہو۔ ان دو شرائط کی موجودگی میں والی میّت پر واجب ہے کہ اس سے فدیہ دیدے تیسرے حصّے سے۔ اگر یہ دونوں شرطیں نہ ہو تو ولی پر لزوم نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائے عبارت:" واز تحقیق بالا بخوبی معلوم شد کہ برائے وجوب فدیہ بر وارث در مذہب ما دو شرط است یکی مالدار بودن میّت دوم۔ وصیّت کردن میّت بران پس درصورت موجود بودن ہر دو شروط بر ولی میّت واجب است ادائی کفارۂ وی تا ثلث مال وی ونزد عدم آن لزومش نیست "۱۲ سیف المقدین ص ۵۵ ج ۲

یعنی ہمارے مذہب میں فدیہ واجب ہونے کے دو شرطیں جو ماسبقہ مذکور ہیں ان دونوں میں اگر ایک نہ ہو تو وارث پر لزوم نہیں ہے۔ اگر تبرّع کیا تو جائز ہے لیکن شرطِ در تبرّع یہ ہے کہ ورثاء اہل تبرّع سے ہو یعنی ورثاء میں چھوٹے وارث نہ ہوں یعنی تمام کے تمام بالغ ہوں۔

لہذا اب فکر کرنا چاہئے کہ لوگوں سے نماز و روزے وغیرہ میں کتنی کوتاہیاں اور تقصیرات ہوتی ہیں۔ کتنی بے او محل قسمیں کھاتے ہیں اور نذور

مانتے ہیں وفا نہیں کرتے۔ لوگوں کو نفس وشیطان نے دھوکہ میں ڈال دیا ہے۔
نماز وغیرہ کا کوئی خاص اہتمام نہیں کرتے ہیں حالانکہ ایک حدیث شریف میں ارشاد
نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے کہ مسلم و کافر کے درمیان فرق صرف نماز چھوڑنے کا ہے
اور ایک ارشاد یہ بھی ہے کہ جس شخص کا ایک نماز فوت ہوگیا وہ ایسا ہے کہ گویا اُس
کے گھر کے لوگ اور مال و دولت چھین لیا گیا ہو" یعنی الحاصل حدیثوں میں نماز کی
بہت اہمیّت اور چھوڑنے پر سخت عتاب وارد ہوئے ہیں جو کہ ہر ناظرِ کتاب سے مخفی
نہیں ہے۔

دنیا میں اکثر لوگ نماز کرنے کا اہتمام نہیں کرتے ہیں یعنی اگر نماز ادا نہ کیا ہو نہ تو اُن کی
قضا کا خیال رکھتے ہیں اور نہ ہی مرتے وقت وصیّت کرتے ہیں حالانکہ وصیّت کرنا واجب
ہے کہ ہم سے ما فات کی مقدار فدیہ دے دیں اور نہ ہی اُن بے انصافوں کو اتنی
علم ہوتی ہے۔ کہ ہم سے اتنی تعداد میں نماز یا روزے قضا ہو چکی ہیں۔ لہذا اُن
لوگوں کے ذمّہ جمیع ما وجب باقی رہتی ہے یعنی ان تمام میں اکثر لوگوں سے تقصیرات
ہوتے ہیں جو کہ منصف اور بصیر آدمی سے مخفی نہیں اِلّا بعض ما شآء اللہ کہ اُنہوں
نے ادا کئے ہوں لیکن ان میں بھی احتمال نقصان متصوّر ہوتا ہے۔ بترک رکن
او واجب او شرط۔ یعنی اُن میں سے اکثر یہ معلومات نہیں رکھتے اگر معلومات
ہو بھی تو اکثر بے پرواھی سے رہ جاتے ہیں۔ لہذا ان کا فدیہ دینے میں کافی مال[1] لگتا ہے۔

حاشیہ نمبر[1]۔ قولہ۔ کافی مال کیونکہ ایک سال شمسی کے لحاظ سے 365 دن ہوتے
ہیں تو دن میں نمازیں مع وتر چھ[6] ہوتے ہیں 365 × چھ[6] حاصل 2190 سال کے نماز
کا ہوگیا ہے فی نماز کا فدیہ اگر چار روپے ہے تو مثلاً 2190 × 4 حاصل آگیا 8760
روپے فی سال کا فدیہ اگر سال قمری کا لحاظ ہو تو 360 دن ہوتے ہیں۔ باقی بر صفحہ آئندہ

جب کہ وارثوں پر از روئے شریعت اتنی مقدار میں فدیہ لازم بھی نہیں ہے ۔ کیونکہ میّت نے وصیّت نہیں کیا ہے ۔ اور نہ ہی حقیقتاً کوئی اتنی مقدار میں فدیہ دیتے ہیں ۔ کیونکہ کار خیر میں نفوس کو زیادہ بخل و شح لگتی ہیں ۔ بلکہ یہ ایک فطرتی بات ہے کہ نیک کاموں میں مال خرچ کرنا ایک بھاری بوجھ معلوم ہوتا ہے ۔ اور نہ ہی لوگ خرچ کرتے ہیں ۔ حالانکہ فضول کام و لہویات میں مال خرچ کرنے کی کوئی پرواہ نہیں کرتے کہ کتنا خرچ ہوگیا ۔ یعنی اگر سینکڑوں ہزاروں روپے بھی خرچ کرے تو طبیعت ذرا بھر خراب نہیں ہوتی ۔ اگر ایک فقیر اُن کے سامنے کھڑا ہو جائے ایک یا دو روپے کا اللہ تعالیٰ کا نام لیکر سوال کرے کیونکہ فقیر کو خوب معلوم ہے کہ نیک کام میں ایسے ہی بذل نہیں کرتے ۔ حتی کہ اُن کو اللہ تعالیٰ کا مُبارک نام نہ لیا جائے ۔ کیونکہ فقیر کو تو ضرورت ہوتی ہے وہ مجبوراً اللہ تعالیٰ کا نام لے گا ۔ تاکہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے مبارک نام سے شرم و حیا آکر کچھ عطا کریں ۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہیں وہ اُس کا نام سُن کر کچھ دیں گے بعض لوگ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ کے بناء پر کہدیں گے کہ بابا معاف کرو ۔ مزدوری کرو ۔ آخر دوسرا کام بھی تو آپ کا ہے یا صرف سوال ہی کرتے ہو ۔ یعنی خیر کے کاموں میں مال خرچ کرنے کا لوگ زیادہ شغل نہیں رکھتے ۔ لہٰذا اتنی زیادہ مقدار میں نہ کوئی فدیہ دیتے ہیں اور نہ ہی از روئے شریعت لازم ہے ولی میّت پر ۔ کیونکہ میّت نے وصیّت

حاشیہ صفحہ ۴۵ ۔ 36 × 6 ۔ چھ حاصل آگیا ۔ 216 سال کے کل نماز فی نماز کا فدیہ ۴ روپے تو 216 × 4/ ۔ 864 حاصل آگیا ۔ 864 روپے ایک سال کا فدیہ بنتا ہے یعنی اسی سال روزہ وغیرہ واجبات بھی لگا دیں تو پھر مثال کے طور پر دس سال کا حساب لگا دیں ۔ تو اتنی مقدار میں فدیہ نہ کوئی ادا کر سکتا ہے اور نہ ہی ادا کرتا ہے ۱۲

نہیں کی ہے۔ اور ما فاتہ میت کے ذمہ پڑا لازم پڑا ہے۔ اور ولی میت کچھ قلیل مقدار پر تبرع کرتا ہے۔ بحسب توفیق جتنا رقم ہو۔ تو اُن کے لئے علماء کرام نے ایک حیلہ تجویز کیا ہے کیونکہ قلیل مقدار جمیع مافاتہ کے لے فدیہ دینے سے کافی نہیں ہوتا تو اس لئے ورثاء کو کچھ تدبیر کرنا ہوگا جیسا کہ ہمارے علاقے صوبہ سرحد و پنجاب کے بعض علاقوں میں اِسی طرح بلوچستان وخصوصًا قوم افغان میں عام رواج ہے۔

ہمارے علاقہ کا یہ دستور ہے کہ گھر سے جب جنازہ اُٹھایا جاتا ہے تو متوفّی کے گھر والے حسب توفیق گندم وغیرہ کو متعدد چھابوں میں ڈال کر مع قرآن مجید لڑکوں کے سروں پر جنازگاہ یعنی جائے جنازہ لاتے ہیں۔

جنازہ کے بعد علماء کرام اور دیگر فقراء جو اس امر کو خوب جانتے ہیں وہ ایک دائرہ بناکر بیٹھ جائیں اور ایک عالم جو اس کو خوب جانتا ہو اس کے سامنے یہ گندم وغیرہ جو مال نقد ہو رکھ دیتے ہیں یہ دائرہ بیس نفر تک کبھی اس سے زیادہ یا کم ہوتا ہے۔ تو اسقاط کرنے والے دائرہ باندھنے والے، ولی میت کو آواز دیتے ہیں کہ وہ آجائے اور اس سے اجازت لیکر تو ولی میت بطیب دِل سے ان کو اپنی طرف سے فدیہ دینے پر وکیل کرتے ہیں۔ پھر وہ عالم اس مال نقد و گندم وغیرہ پر دونوں ہاتھ رکھ کر یہ الفاظ بولتے ہیں۔

" هر حق له حقوقو ده باری تعالیٰ نه چه لازم الاداؤ په ذمّه دادیے حاضر متوفّی باندیے (اس وقت میت کی طرف اشارہ کرے) له صلوٰات له زکوٰة له صیام وله نذورُ له کفاراتُ او له سائرُ واجباتو بعض به ده اداکړی وی او بعض به تر فوت شوی وی حالاً دی له اداءِ ما فات نه په سبب ده موت سره عاجز دی او س په بدله ده غو حقوقو فوتیو کښ

لدی حاضر متوفیؒ نہ چہ فدیہ تر پشرع کبش صحیح کیبزی دا قرآن مجید او سرہ دِ لدی مالہ پہ حیلہ دِ اسقاط سرہ ما تا تہ فدیہؒ کریدہ

ترجمہ۔ ہر حق حقوق اللہ جو اس حاضر متوفی کے ذمے لازم الاداء تھے۔ مثلاً نمازوں۔ زکوٰۃ۔ روزوں۔ نذور وکفارات اور تمام واجبات سے۔ بعض کہ اُنہوں نے ادا کئے ہیں اور بعض ادا نہیں کئے ہیں۔ اب فی الحال یہ ادائے مافات سے بسبب موت عاجز ہے۔ اب ان حقوق فوت شدہ کے بدلہ میں یہ فدیہ جو شریعت میں صحیح ہوتا ہے۔ یہ قرآن مجید اور یہ مال مذکور بطور حیلہ اسقاط آپکو فدیہ دیتا ہوں " یعنی جو شخص اسقاط باندھنے والا کے دائیں طرف ہو اس کو ہاتھ میں دیتے ہیں، پھر وہ شخص کہدیتا ہے۔ کہ میں نے قبول کیا۔ پھر وہی شخص اپنے دائیں طرف دوسرے آدمی کو دے دیتا ہے۔ اور یہ الفاظ کہدیتے ہیں۔ مثلاً " کہ طریقہ مذکورہ پر آپ کو بطور فدیہ دیتا ہوں یا بخشتا ہوں وہ تیسرا آدمی کہتا ہے۔ کہ میں نے قبول کیا۔ پھر وہ چوتھے آدمی کو دے کر حتیٰ کہ اسقاط باندھنے والوں کو پہنچ جائے پھر اسقاط کرنے والا یعنی صدر دائرہ اس پر یہی الفاظ بول کر دوسری بار گھمایا کرتے ہیں پھر تیسری بار بھی ایسا دھرایا جاتا ہے، بعض لوگ ایسے کرتے ہیں کہ پہلی بار اس مال اسقاط کو برائے فدیہ نمازوں کے گھماتے ہیں دوسری دفعہ فدیہ روزوں کے لئے پھر تیسری بار ایمان و نذور وکفارات کے لئے۔ یعنی تمام طریقے صحیح ہیں۔ جب اس عمل کو ختم کریں۔ تو پھر تمام اللہ تعالیٰ سے مغفرت میت اور اس حیلے کی قبولیت برائے فدیہ اسقاط عن جمیع ما فاتہ کیلئے دعا کرتے ہیں، پھر اس مال نقد وغیرہ ولی میت کو ھبہ کرتے ہیں۔ پھر ولی میت جتنی مقدار چاہے اس دائرے پر تقسیم کرتے ہیں۔ اور قرآن مجید کے نسخے

حاشیہ فدیہؒ الخ یعنی جتنی مقدار فدیہ اس مال سے ہوتا ہے "

وغیرہ کو بھی صدقہ دیتے ہیں۔ اور یہ مذکورہ مروّجہ حیلہ جائز ہے۔ کیونکہ ہمارے
مذہب میں جیسا کہ تتارخانیہ وغیرہ کی عبارت گذری۔ مذھب علمائنا ان
کل حیلة یحتال بھا الرّجل لیتخلص بھا عن حرام او لیتوصل بھا
الی حلال فھی حسنة " چنانچہ اس حیلہ کے ساتھ حلال کو وصول ہوتا ہے کیونکہ
ورثاء کو بغیر وصیّت من المیّت فدیہ دینا جائز و حلال تھا از روئے تبرع۔ تو
اس حیلہ کے ساتھ توصّل حلال کو ہُوا۔ کہ فدیہ ادا کرنا ہے۔ کیونکہ حیلہ کی معنی
یہ ہے کہ اس کے ساتھ مقصود حاصل ہو جائے خفیہ راستے و مباح طریقے
کے ساتھ۔ یا فکر کا پھرنا اس حد تک کہ مقصود حاصل ہو جائے۔ جیسا کہ یہ معنی
پہلے گزرے ہیں۔ اور بالضرور اس مال نقد وغیرہ کو بین الرّجال ایک دُوسرے
کو ھبہ کرنا و درمیان میں دَور کرنا مباح چیز ہے۔ لہٰذا یہ حیلہ جائز ہے یعنی
اس حیلہ کے ساتھ میّت سے سہل طریقے پر فدیہ ادا ہو جائے گا۔ یعنی
ورثاء کو زیادہ نقصان نہ ہو گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر فعل انسان
ناقص ہے قبولیّت صرف خدائے ذوالکرم سے فضل و احسان ہے پس جب
ولی میّت نے اس کے بارے میں یہ حیلہ تجویز فرمایا اور میّت کے ساتھ احسان
کیا۔ تو اللہ تعالیٰ سے بھی یہ امید ہے کہ میّت سے احسان کریں۔ بدلیل
قولہ تعالیٰ۔ اِنَّ رَحمتَ اللہِ قَرِیبٌ مِّنَ المُحسِنِینَ ۝
اور غالباً میّت کے اکثر حالات اس حیلہ کا تقاضا رکھتے ہیں۔ اس لئے ہر
ایک کے لئے کیا جاتا ہے۔ کیونکہ میّت کے حالات پانچ قسم کے ہیں۔ تتبّع
و استقراء کے لحاظ سے نہ از روئے حصر۔ پہلی قسم وہ میّت جس نے کچھ مال
بھی نہ چھوڑا ہو۔ اگر اس کے لئے یہ دَورِ اسقاط کیا جائے تو بہتر ہے بات برابر ہے
کہ وارث اپنے مال سے تبرّع کرے یا کسی سے قرض لے۔ یا ھبہ طلب کرے

یا اجنبی اپنی مال سے تبرع کرے۔ دوسری قسم۔ وہ میت کہ جس نے مال چھوڑا ہو لیکن وصیت نہ کی ہو۔ تو اس صورت میں وہ بھی مفلس کی طرح ہے تو اس کے لئے بھی مناسب ہے کہ دورہ اسقاط کیا جائے تبرعًا لا وجوبًا۔

تیسری قسم وہ میت کہ اُس نے مال تو چھوڑا ہو لیکن وصیت تیسرے حصے سے کم کی ہو۔ اور ما اوصیٰ بہٖ۔ اُس کے ما فاتہٗ کے لئے کافی نہ ہو۔ تو اُس کے لئے بھی مناسب ہے کہ دورہ اسقاط کیا جائے۔

چوتھی قسم وہ میت کہ جس نے مال بھی چھوڑا ہو اور ثلث مال کی وصیت بھی کی ہو لیکن یہ ثلث مال، ما فاتہ کے اسقاط کے لئے کافی نہ ہو تو اُس صورت میں بھی حیلہ اسقاط مناسب ہے۔

پانچویں قسم وہ میت کہ وہ غنی ہو یعنی مال بھی چھوڑا ہو اور وصیت بھی کی ہو۔ کہ میری، ما فاتہ، کے لئے فدیہ دیدیں۔ تاکہ میرا ذمہ فارغ ہو جائے اور ثلث مال بھی ما فاتہ، کے لئے کافی ہوتا ہو۔ تو ورثاء پر واجب ہے کہ اتنی مقدار فدیہ دیدیں۔ اس صورت میں حیلہ کا اختیار کرنا یعنی فدیہ نہ دینا ناجائز و مکروہ ہے۔ کیونکہ تتارخانیہ میں لکھا ہے۔

مذهب علمائنا ان كل حيلة يحتال بها الرّجل لابطال حقّ الغير اولادخال شبهة فيه فهى مكروهة، کیونکہ فدیہ حق فقراء ہے۔ اور ثلث مال بھی کفایت کرتا ہے۔ حالانکہ میت نے وصیت بھی کی ہے۔ تو فدیہ دینے سے انحراف کرنا حیلہ کو ابطال حق الغیر ہے۔ اور یہ ناجائز ہے۔ چونکہ ہمارے علاقوں میں اکثر وصیت نہیں ہوتی تو اس لئے عام لوگوں کے لئے یہ حیلہ

حاشیہ۔ یہ میت کے پانچ اقسام کتاب رفع الخلاف سے منقول ہیں صفحہ چہارم

اسقاط کیا جاتا ہے۔ اور یہ حیلہ صرف بکثیر مال کے لئے ہے کہ مال زیادہ ہوجائے اور اس کے ساتھ میّت کا ذمہ فارغ ہوجائے۔ تفضلاً مِن اللہ۔ لہٰذا اسی وجہ سے کہ یہ حیلہ جائز ہے۔ علامہ شرنبلالی الحنفی رحمہ اللہ نے مراقی الفلاح میں ذکر کیا ہے۔ حالانکہ علامہ شرنبلالی الحنفیؒ کے متعلق مولانا عبدالحیؒ رحمہ اللہ تعالیٰ مرحوم تعلیقات علی الفوائد البھیۃ فی تراجم الحنفیۃؒ میں لکھتے ہیں۔ وکان مِن اعیان الفقہاء و فضلاء عصرہ الخ[۱]

ترجمہ۔ نمبر ا یعنی شرنبلالی صاحب عمدہ ترین فقہاء میں تھے۔ اور اپنے زمانے کے فاضلوں میں سے تھے۔ ان کا عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ وان لم یوصی وتبرع عنه ولیه او اجنبی جاز ان شاء الله وان لم یکف ما اوصیٰ به المیت عمّا علیه او لم یکف ثلث ماله او لم یوصی ا بشیٔ وارادا احدٌ التبرع بقلیل لایکفی فحیلته لابراء ذمة المیّت عن جمیع ما علیه ان یدّفع ذٰلك المقدار الیسیر بعد تقدیرہ لشیٔ من صیام او صلاة اونحوه ویعطیه للفقیر بقصد اسقاط مایرد عن المیّت۔ فیسقط عن المیّت بقدره ثمّ بعد قبضه یھبه الفقیر للولّی او للاجنبیّ ویقبضه لتتمّ الھبة وتملك ثمّ یدفعهٗ الموھوب له للفقیر بجھة الاسقاط متبرعًا به عن المیّت فیسقط عن المیّت بقدره ایضًا ثمّ یھبه الفقیر للولّی او للاجنبیّ ویقبضه

حاشیہ نمبر[۱] ابو الاخلاص الشرّنبلالی حسن بن عمّار بن یوسف الوفائی المصری الفقیه الحنفی المدرس بالازھر ولد سنة ۹۹۴ وتوفی بمصر سنة ۱۰۶۹ ھ ھدیۃ العارفین واسماء المؤلفین وآثار المصنفین ص۲۹۲

ثمّ يدفعه الولیّ للفقير متبرعًا عن الميّت و هكذا يفعل مرارًا حتّیٰ يسقط ماكان يظنه على الميّت من صلاة و صيام ونحوهما ممّا ذكرناهٗ من الواجبات و هذا هو المخلص فی ذٰلك ان شاء الله تعالىٰ بمنه وكرمه

مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۳۹ ـــــ بحث اسقاط الصّلاة والصّوم

ترجمہ: اگر میّت نے وصیّت نہ کی ہو۔ اور ولی نے فدیہ دینے میں تبرع کیا یا اجنبی شخص نے تبرع کیا تو انشاء اللہ جائز ہے۔ اور اگر میت نے وصیّت جتنی مقدار کی ہو اتنی مقدار ما فاتہ کے لئے کفایت نہیں کرتا۔ یا وصیّت تیسرے حصّے کا کیا تھا لیکن یہ تیسرا حصّہ (بھی) ما فاتہ کے لئے کافی نہیں یا میّت نے وصیّت (ہی) نہ کی ہو تو کسی (وارث یا اجنبی) نے کم مقدار مال کا تبرع کیا۔ جو متروکات یا نواقص کے فدیہ کے لئے کافی نہیں ہوتا۔ تو اس کا حیلہ تمام ما علیہ سے میّت کا ذمّہ فارغ ہونے کے لئے۔ یہ ہے کہ اتنی مقدار کچھ نماز یا روزہ سے فدیہ کا اندازہ لگا کر ایک فقیر کو بقصد اسقاط عن ذمۃ المیّت دیدے تو اتنی مقدار میّت کے ذمّہ سے ساقط ہو جائے گی۔ پھر فقیر قبض کرنے کے بعد ولی میت کو یہ مال بخش دے۔ یا اجنبی کو بخش دے ولی یا اجنبی اس مال کو قبض کرے تاکہ ہبہ کامل ہو جائے۔ اور ولی یا اجنبی کے ملک میں آجائے۔ پھر یہ مال موہوب لہ یعنی ولی یا اجنبی فقیر کو بطور اسقاط دے دے از روئے تبرع تو میّت کے ذمّہ سے اتنی مقدار ساقط ہو جائے گی پھر فقیر ولی یا اجنبی کو بخش دے کہ ولی اُس (مال) کو قبض کرے پھر ولی فقیر کو دے دے بطور اسقاط۔ اسی طرح چند بار یہ عمل کیا جائے تاکہ میّت کے ذمّہ سے جتنی نمازیں یا روزے وغیرہ واجبات مثل صدقۃ الفطر و صدقۃ المنذورۃ وغیرہ جو کہ ہم نے بیان کئے ہیں اتنی جتنا کہ گمان ہو تا کہ وہ ساقط

ہوجائیں یعنی یہ عمل اتنی بار مکرّر کرے کہ جتنا گمان ہو. تاکہ وہ ساقط ہوجائیں اور یہ حیلہ جو ہم نے ذکر کیا ہے اس ما وجب فی ذمّۃ المیّت سے سبب خلاصی ونجات کا ذریعہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ خداوند پاک کے فضل وکرم سے ۱۲

انتہیٰ ا

علامّہ طحطاوی اسی مقام پر درمنتقی کی عبارت نقل فرماتے ہیں۔

فی الدّر المنتقی انهم اذا ارادوا الاخراج عنه یحسب عمره بغلبة الظنّ ویخرج منه مدّة الصبا وهی اثنا عشر فی الغلام وتسعة فی الانثیٰ ا ویخرج عنه بقدر ها ان کان عندهم مایکفی والاتدفع مرارًا آه وذٰلك لاحتمال نقصان صلاته بترك رکن اوشرط فانّ الکثیرمن النّاس لایحسن اداءها۔

ترجمہ. کتاب درمنتقی میں لکھا ہے کہ ورثاء کو چاہیئے کہ جب وہ فدیہ کا ارادہ کریں. تومیّت کے عمر کو غلبہ ظنّ سے حساب لگائیں کہ مثلاً اتنی عمر ہوگی۔ پھر اس سے بچپن کا عمر نکال لیں. کہ وہ لڑکے کا بارہ سال ہے اور لڑکی کا نو سال پھر اگر ان کے پاس فدیہ دینے کے لئے ہو تو ان سالوں کے حساب سے اتنی مقدار میں فدیہ دیں۔ ورنہ پھر چند بار فقیر کے ساتھ ایسا معاملہ کریں (یعنی دور اسقاط کریں) علامّہ طحطاوی کہتے ہیں. کہ یہ اس لئے کیا جائے کہ شاید نماز میں کچھ نقصان وکوتاہی ہوئی ہو رکن یا شرط کے رہ جانے سے. کیونکہ بہت سے لوگ نماز اچھے طریقے سے ادا نہیں کرتے ہیں۔ انتہیٰ ا

اور منحۃ الخالق علی بحر الرّائق میں بحث کے دوران فرماتے ہیں،

فحینئذٍ یجمع الوارث عشرة رجال لیس فیهم غنیّ لقوله تعالیٰ انما الصّدقات للفقراء والمساکین الآیة ولاعبدولا مجنون

لانّ هبتهم لا تصح ثمّ يحسب سنّ الميت فيطرح منه اثنا عشر
سنة لمدّة بلوغه ان كان الميّت ذكرًا و لتسع سنين ان كانت
انثى لانّ اول مدّة بلوغ الرّجل اثنى عشر سنة ومدّة بلوغ
المرأة تسع سنين . ثمّ يأخذ الوارث من مال اليتيم وجوبًا ان اوصى
و استحبابًا ان لم يوص اربعة آلاف درهم واثنين وسبعين
درهمًا او شيئًا قيمة ذلك او يأخذ الاجنبىّ من مال نفسه تبرعًا
مقدار ما ذكر فيدور المسقط بنفسه وارثًا كان او غير وارث
او يوكل غيره فيقول المسقط او وكيله لواحدٍ من الفقراءِ
هكذا فلان ابن فلان ويذكر اسمه واسم ابيه فاتته
صلوات سنةٍ هذه فديتها من ماله نملكك ايّاها ويعلم انّ
المال المدفوع اليه صار ملكًا له ثمّ يقول الفقير هكذا وانا
قبلتها او تملكتها منك فيدفع المعطى ويُسلّم اليه فيقبضُ
المعطى فحينئذٍ تصير فدية صلوٰة سنة كاملة مؤداة ثمّ يفعل
مع فقير اُخرَ هكذا الى ان تتمّ العشرة فحينئذٍ تتمّ فدية عشر
سنين مؤداةٍ فى دور واحد ثمّ يفعل هكذا مرّة اُخرى ثمّ وثم
الى ان تتمّ فوائته بحسب الحساب فاذا اتمّت فدية فوائته من
الصّلاة يقول المعطى لفقيرٍ واحدٍ من تلك العشرة هكذا فلان ابن
فُلان ملكك سائر ما وجب عليه من ماله ان كانت الميّت ذكرًا
وان كان انثى يقول فلانة بنت فلان ملكتك جميع ما وجب
عليها فى مالها ويفعل مع كلّ فقير كذلك . فيعترفون كلّهم
بالقبول ثمّ يهبونه المال فيأخذه صاحبه وارثًا كان

اوغیر وارث۔ ثم یتصدق علی الفقراء العشرۃ ما شاء من الدراہم ولا یجب تقسیم مال المذکور جمیعًا علی الفقراء۔ وھذہ حیلۃ شرعیۃ واللہ اعلم ۱۲ منحۃ الخالق علی بحر الرائق صـ ۹۸/۲

ترجمہ۔ تو اس وقت وارث دس آدمی جمع کریں کہ ان میں (کوئی) غنی نہ ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ کہ صدقات بے شک مساکین وفقراء کے لئے ہیں۔ اور نہ (ہی) ان میں (غلام ہو اور نہ ان میں چھوٹا لڑکا ہو۔ اور نہ (ہی) دیوانہ ہو۔ کیونکہ ان کا ہبہ صحیح نہیں ہے۔ پھر میّت کے سالوں کا حساب کرے اگر میّت مذکر ہو تو اس (عمر کے حساب) سے بارہ سال نکالے اگر میّت مؤنث ہو تو نو سال کم کرے۔ کیونکہ اول مدت بلوغ آدمی کا بارہ سال ہے۔ اور اول مدت بلوغ عورت کا نو سال ہے۔ پھر وارث مالِ یتیم سے وجوبًا لے اگر میّت نے وصیّت کی ہو۔ یا بطریق استحباب۔ اگر وصیّت نہ کی ہو۔ یعنی مبلغ چار ہزار بہتر درہم ۴۰۷۲ یا دوسری چیز اتنی قیمت کی لے لے یا اجنبی آدمی اپنے مال سے اتنی مقدار تبرع کریں۔ تو اسقاط کرنے والا اپنے آپ خواہ وارث ہو یا غیر وارث یا دوسرے آدمی کو وکیل بنا دیں تو اسقاط کرنے والا یا وکیل ان میں سے ایک فقیر کو بولے کہ یہ فلاں ابن فلاں اس کا نام اور اس کے والد کا نام ذکر کرے کہ یہ فدیہ اُس کی تمام سال فوت شدہ نمازوں کا ہے۔ ہم آپ کو یہ دیتے ہیں بطریق تملیک۔ اور حال یہ ہو گا کہ فقیر قبض کرنے والا یہ سمجھتا ہو کہ یہ میرا ملک ہو گیا۔ یا یہ معنی ہے کہ اس پر یقین کرے کہ یہ میرا ملک ہو گیا۔ پھر فقیر اس طرح کہے کہ ہم نے قبول کیا۔ یا ہماری ملکیّت میں آیا۔ تو یہ فقیر پھر معطی یعنی مالک کو دے گا۔ اور مالک اس کو قبض کرے تو اس طرح پورے سال کا فدیہ ادا ہو گا۔ پھر وارث دوسرے فقیر سے ایسا کرے۔ حتی کہ اُن دس آدمیوں

دیں) سے ہر ایک ا کے ساتھ ایسا کرے تو دس سالوں کا فدیہ ادا ہو جائے گا
پھر اس طرح دوبارہ کیا جائے حتیٰ کہ ان کا بحسب حساب سالوں کی فوائت
نمازوں کا فدیہ پورا جائے جب یہ پورا ہو جائے تو معطی ان میں سے ایک
فقیر کو بولے کہ فلان ابن فلان آپ کو مالک کرتا ہے تمام ما وجب علیہ سے
اُس کے مال میں اگر میّت مؤنث ہو تو یہ کہے کہ فلانۃ بنت فلانۃ آپ کو مالک
کرتا ہے تمام ما وجب علیھا سے اُس کے مال میں۔ اور اسی طرح ہر فقیر کیساتھ
ایسا کیا جائے تو وہ تمام فقراء قبول پر اعتراف کریں۔ پھر فقراء وارث کو مال
ھبہ کریں۔ صاحب یعنی معطی وہ مال لے لے۔ وارث ہو یا غیر وارث
پھر وہ اُن فقراء پر کوئی چیز صدقہ کرے جو اُس کی مرضی ہو اور یہ واجب نہیں
کہ تمام مال فقراء پر تقسیم کرے۔ یعنی حیلہ کے بعد غنی کو بھی دینا جائز ہے
یا اپنی ضروریات میں استعمال کرتا ہو" اور یہ حیلہ جو مذکور ہوا حیلہ شرعی ہے۔
منحۃ الخالق علیٰ بحر الرائق۔

اما قولہ فلان ابن فلان ملکک الخ اس عبارت کے دو توجیہ ہیں
ایک یہ کہ قلب پر محمول ہے۔ یعنی یقول المعطی لفقیر واحدٍ من تلک
العشرۃ ھکذا ملکک سائر ما وجب علیہ من مال فلان بن فُلان
المتوفی الخ۔ دوسرا یہ کہ کاتب سے غلطی ہوئی ہے، یعنی املکک کی جگہ
ملکک لکھا ہے۔ اور کچھ تقدیم و تاخیر بھی کی ہے۔ حالانکہ اس صاحب کی
عبارت جو پہلے گذری ہے نملکک ایّاھا الخ اُس کے صحّت پر گواہی
دیتی ہے۔ لہٰذا صاحب منحۃ الخالق پہ اعتراض وارد نہ ہوا کہ اُس نے میّت
کو نسبت کیا ہے۔ حالانکہ میّت تملیک پر قادر نہیں ہے ۱۲ فافہم۔

اور اس طرح کلام ملکتک میں بھی ہے۔ محمد علاؤ الدین ابن عابدین حنفی المذہب

المعروف بالشامی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ ثامنہ کو بحث اسقاط میں تالیف کیا۔ اُس کا نام "منۃ الجلیل لبیان اسقاط ما علی الذمۃ من کثیر وقلیل" رکھا۔ اس رسالہ کے ابتداء میں رقمطراز ہیں۔ سبب تالیف بیان کرتے ہیں "لم یفرد لمسائلھما فیما اعلم مؤلف ولم یسبق فی احکامھما مصنف مع انھما من اھم المھمات الدینیۃ والفرائض العینیۃ حملنی علی جمعھما ما رایتہ وسمعتہ من بعض جھلۃ الائمۃ من الاخلال بما یتعلق باسقاط ما فی الذمۃ واستعین بالمولی المفیض للخیر والجود ان یحفظھما من شر کل حسود واسألہ تعالی الذی بحبہ نتعالی و بنعمۃ التی علینا فی کل لحۃ متوالی ان ینفع بھما کما نفع باصلھما انہ علی مایشاء قدیر وبالاجابۃ جدیر وسمیتھا منۃ الجلیل ذیل شفاء العلیل الخ مجموعۃ رسائل ص $\frac{۲۰۸}{۱}$

ترجمہ۔ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ مسائل اسقاط کے متعلق جتنا ہمیں علم ہے کسی مؤلف نے ایک مستقبل تالیف نہیں کیا تھا۔ اور نہ ہی کسی مصنف نے احکام اسقاط میں سبقت کیا تھا۔ باوجودیکہ مسائل اسقاط اہم مسائل مہمات دین اور فروض اعیان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان مسائل اسقاط کے جمع کرنے یعنی تصنیف میں اس لئے میں باعث ہوا کہ ہم نے بعض ائمہ جہال دیکھتے تھے اور بعض سے سنتے تھے کہ وہ مسائل اسقاط میں خلل ونقصان کرتے تھے (یعنی اس وجہ سے میں نے اسقاط کے بارے میں علیحدہ تالیف کی) اور میں مولی مفیض خیر وکرم سے مدد و دعا چاہتا ہوں کہ اس تالیف کو ہر حاسد کے شر سے حفاظت میں رکھیں۔ اور میں اس اللہ تعالیٰ سے کہ جس کی محبت کی وجہ سے ہم بلند واونچے ہوتے ہیں اور اُس کی

نعمت جو پے در پے ہم پر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ اس
تالیف سے لوگوں کو نفع پہنچائے جیساکہ لوگوں نے اس کے اصل سے
نفع حاصل کیا ہے (یعنی شفاء العلیل) کیونکہ اللہ تعالیٰ بے شک جس
چیز کو چاہے اس پر قادر ہے اور اجابت کے لائق ہے ۱۲ پھر فرماتے ہیں
ثمّ اقول بیان الاسقاط و الکفارۃ و الفدیۃ وکونہ بوصیۃ
من الشخص اولیٰ من ان یفعلہٗ عنہ وارثہ تبرّعًا ۱۲ مجموعۃ رسائل ص۲۱۰
ترجمہ۔ پھر میں کہتاہوں بیان اسقاط وکفارہ وفدیہ اور اسقاط دینا بوصیّت
سے بہتر ہے اس سے کہ اس کے ورثاء اسقاط دے از روئے تبرّع و احسان
یعنی بہتری وصیّت میں ہے اگر وصیّت کے بغیر دیا جائے تو بھی جائز ہے۔
پھر کہتا ہے۔ ودفع القیمۃ افضل لانّہا انفع للفقیر الا زمن الفاقۃ
والقحط والعیاذ باللہ۔ مجموعۃ رسائل ص۲۱۱
اسقاط میں قیمت کا دینا طعام سے افضل ہے کیونکہ فقیروں کے لئے
یہ زیادہ نافع ہے۔ مگر زمانہ فاقہ وقحط میں طعام افضل ہے۔ والعیاذ
باللہ۔ علامّہ ابن عابدین کفارات نماز کا دن وماہ وسال کا حساب
کرتے ہیں کہ سال کے لئے کفارہ تین غرائر و نصف غرارہ گندم الاّ اثنی عشر
مدًّا (لہذا یہ بہت زیادہ مقدار ہے اسے کوئی ادا نہیں کرسکتا اگر ان کے
پاس نہ ہو تو لکھتا ہے) فیستقرض الولی قیمتہا ویدفعہا للفقیر ثمّ
یستوہبہا منہ ویستلمہا منہ لتتمّ الہبۃ ثم یدفعہا
لذلک الفقیر اولفقیر اٰخر وہکذا فیسقط فی کلّ مرّۃ کفارۃ
سنۃ وان استقرض اکثر من ذلک یسقط بقدرہ وبعد ذلک
یعید الدّور لکفارۃ الصیّام ثمّ للاضحیۃ ثمّ للایمان لکن

لابدّ لکفارة الایمان من عشرة مساکین ولایصح ان یدفع للواحد اکثر من نصف صاع فی یوم للنص علی العدد فیها بخلاف فدیة الصّلاة فانه یجوز اعطاء فدیة صلوات لواحد. وکذا الزکاة ولو بدون وصیّة علی المعتمد ومثلها الحجّ ویخرج عن کل سجدة تلاوة کفرض صلاة علی الاحوط وعن النّوافل الّتی افسدها ولم یقضها وعن النّذور والاضاحی وعن الزکاة والفطرة الّتی علی نفسه وعلی من تجب علیه فطرته والعشر والخراج الخ وعن الحقوق العباد المجهولة اربابها وعن الکفارات ثمّ بعد ذلک لابدّ ان یخرج عن سائر الحقوق البدنیة ثمّ یکثر من التطوّع لتکثر الحسنات الّتی یرضی بها الخصوم الخ.

ص۲۲۱ مجموعہ رسائل ابن عابدین وھکذا قال فی ص۲۲۳

ترجمہ :- ولی میّت کسی اتنی مقدار میں قرض طلب کرے اور ایک فقیر کو دے پھر فقیر سے طلب ہبہ کرے۔ اور وہ چیز اس سے لے لے تاکہ ہبہ کامل ہو جائے۔ پھر وہ چیز اس فقیر کو دے یا دوسرے فقیر کو۔ اور اسی طرح پھر اس سے طلب ہبہ کرے۔ کہ ہر بار فقیر کو دینے پر ایک سال کا کفارہ ساقط ہو جائے۔ اگر اس مقدار سے زیادہ طلب قرض کریں (یعنی مثلاً دو یا تین سال کے فدیہ کا مقدار) تو اتنے اندازہ میں ساقط ہو جائے گا اس کے بعد اسی طرح اس مال کو روزوں کے کفارہ کے لئے گھمائے۔ پھر قسموں کے کفارہ کے لئے گھمائے لیکن کفارۂ ایمان میں دس مساکین ضروری ہیں۔ یعنی ایک مسکین کو نصف صاع یا اُس کی قیمت سے زیادہ ایک دن میں جائز نہیں ہے۔ کیونکہ نص عدد میں

وارد ہے، بخلاف فدیہ نماز کے۔ کہ بہت نمازوں کا فدیہ ایک شخص
کو جائز ہے۔ اور اسی طرح زکوٰۃ کے لئے یہ دور کرے۔ اگرچہ بلا وصیّت
ہو قول معتمد کے اعتبار سے۔ اور زکوۃ کے مانند حج ہے۔ یعنی اس کے
لئے بھی مال اسقاط گھمایا کرے۔ اور ہر سجدہ تلاوت کے لئے نصف
صاع کا فدیہ نکال لے احتیاط کے لحاظ سے۔ اور جو نوافل اس سے
فاسد ہوئے ہیں اور اس نے قضا نہیں لایا ہے ان نوافل کے لئے بھی دور
کریں اور زکوٰۃ و صدقہ فطر کے لئے بھی اور حقوق العباد جب کہ اُن صاحبان
کے نام معلوم نہ ہوں اور کفارات کے لئے بھی دورہ کریں پھر یہ ضروری
ہے کہ سارے حقوق بدنیہ کے لئے یہ مال اسقاط گھمائے پھر اس کو از
روئے نفل گھمایا کرے تاکہ نیکیاں بہت ہو جائے کہ اس سے خصم راضی ہوتا
ہے۔ الخ پھر فرماتے ہیں۔ والمنصوص علیہ فی المذھب وعلیہ
العمل ان یجمع الوارث عشرۃ رجال لیس فیھم غنیٌّ ولا عبدٍ
ولا صبی ثمّ یحسب سنّ المیّت فیطرح منہ اثنتا عشرۃ سنۃ
لمدّۃ بلوغہ ان کانت المیّت ذکرًا وتسع سنین ان کان انثی
وان لم یعلم سنہ فیقدر عمر الشخص بغلبۃ الظنّ فان لم یوقف
علیہ قصد الی الزیادۃ لان ذٰلک احوط ثمّ بعد التّخمین علیٰ
عمرہ یسقط عنہ ما ذکر من مدّۃ الذّکر والانثیٰ ویخرج
الکفارۃ عن الباقی مـ۲۱ ، ترجمہ۔ اور جس چیز پر مذہب میں تصریح واقع ہوا
ہے اور اس پر عمل بھی ہے وہ یہ ہے کہ وارث دس آدمی جمع کریں ان
میں غنی و غلام و لڑکا اور دیوانہ نہ ہو پھر میّت کے (عمر کے) سالوں کا
حساب لگائیں اگر میّت مذکر ہو تو بارہ سال نکال لے اگر مؤنث ہو

تو نو سال نکال لے۔ اگر سالوں کا علم نہ ہو تو غلبہ ظن سے حساب لگائے ورنہ پھر زیادہ حساب لگائیں۔ کیونکہ اس میں احتیاط ہے پھر اس تخمینی اندازے سے مذکر و مؤنث کا اول مدت بلوغ نکالکر مابقی عمر سے کفارہ نکال لیں۔ ۱۲۔ پھر فرماتے ہیں۔ ومما تعارفه النّاس ونصّ علیه اهل المذهب ان الواجب اذا کثر ادار وصرّة مشتملة علی نقود اوغیر ها کجواهر اوحلی اوساعة وبنوا الامر علی اعتبار القیمة الخ ثمّ بعد ذٰلك كلّه ینبغی ان یتصدّق علی الفقراء بشیٔ مّن ذٰلك المال او بما اوصیٰ به المیّت ۱۲ مجموعة رسائل ۲۱۲/۱
ترجمہ۔ اور جو لوگوں میں متعارف اور اہل مذہب نے تصریح کیا۔ وہ یہ ہے کہ واجب جب بہت ہو جائیں تو لوگ ایک میانی گھمایا کرے جو کہ نقد مال یا غیر نقد مال مثلاً جواہر و زیورات و گھڑی پر مشتمل ہو اور لوگوں نے قیمت کے اعتبار سے یہ بنا کیا ہو (یعنی ان جواہر و زیورات وغیرہ کا قیمت متعیّن کیا ہو) پھر اس حیلہ اسقاط کے مکمّل کرنے کے بعد کچھ رقم فقیروں کو صدقہ دیں۔ یا جس کی میّت نے وصیّت کی ہو وہ نکال کر تقسیم کریں۔
پھر اسی صفحہ پر فرماتے ہیں۔ هکذا ینبغی ان یفعل وان کان الشخص محافظاً علیٰ صلوٰته احتیاطاً خشیة ان یّکون وقع خلل ولم یشعر به ص۲۱۲ مجموعة رسائل۔ ترجمہ۔ اس طرح مناسب ہے کہ یہ دور اسقاط کیا جائے از روئے احتیاط۔ اگرچہ وہ شخص نمازوں کا محافظ ہی ہو۔ کیونکہ خدانخواستہ کہیں اس سے نماز میں خلل واقع ہوئی ہو اور اسے اُسکا علم و خبر ہی نہ ہو؛
احتیاط یہ کہ اسقاط کرنے والا وارث ہو ۱۲ عبارت ملاحظہ فرمائے

ولکن لا یخفی ان الاحوط ان یباشرہ الوارث بنفسہ او یقول لاٰخر وکلتک بان تدفع لھؤلاء الفقیر ھذا المال لاسقاط کذا عن فلان وتستوھب لی من کل واحد منھم الیٰ ان یتم العمل

مجموعہ رسائل الابن عابدین ص ۲۲۱

ترجمہ ۔ لیکن یہ بات پوشیدہ نہیں کہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ وارث بذات خود دور اسقاط کرے ۔ یا دوسرے آدمی سے کہے کہ میں نے تمہیں وکیل کر دیا ۔ کہ یہ مال فقیروں کو دیں ۔ تاکہ میت سے اسقاط ہو جائے ۔ پھر ان فقیروں سے میرے لئے طلب ہبہ کریں حتی کہ یہ عمل پورا ہو جائے ۔

پھر فرماتے ہیں ۔ والاحوط ان یباشرہ الوارث بنفسہٖ وان کانت الوکالۃ العامۃ کافیۃ بان یوکلہ وکالۃ دوریۃ لاخراج ما فی ذمۃ المیت من سائر حقوق اللہ تعالیٰ وحقوق عباد المجھولۃ اربابھا بالمال الذی اعطاہ ایاہ ویجعلہ رسولاً فی قبض الھبۃ لہ نعم اذا کان الولی جاھلاً فلا بد حینئذٍ من توکیل من یدرک ذٰلک کلہ من اھل العلم والصلاح علی الوجہ الذی ذکرناہ والذی نذکرہ بل یتعین ذٰلک الوکیل لیسقط عما فی ذمۃ المیت ویتخلص من العھدۃ ان شاء اللہ ۔ مجموعۃ رسائل ص ۲۲۲/۱

ترجمہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ وارث بذات خود یہ دور اسقاط کرے اگرچہ وکالت عامہ کافی ہے کہ کسی کو وکیل بنائے دور وکالت ۔ تاکہ میت کے ذمہ جو حقوق اللہ یا حقوق العباد نا معلوم مالکان کے ہیں وہ فارغ کرے اس مال سے جو ولی میت نے وکیل کو دیا ہو ۔ اور اس کو قبض ہبہ پر رسول بنائے ۔ ہاں اگر ولی میت جاہل ہو تو وکیل بنانا ضروری ہے اس

شخص کا جس کے متعلق اُسے معلومات ہو اہلِ علم و صلاح سے اس طریقہ سے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اور جو ہم ذکر کرتے ہیں بلکہ وکیل کو متعیّن کر کے۔ تاکہ میّت کے ذمّہ سے سقوط کرے۔ اور ما فات سے اُس کا ذمّہ بری ہو جائے ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۲

ہمارے علاقے میں اِسقاط کا امر اہل علم و صلاح والے کرتے ہیں۔ کیونکہ ولی میّت اس کو اچھی طرح سے نہیں جانتے اسی وجہ سے وہ اہل علم کو وکیل بناتے ہیں اس دور اسقاط پر عبارت ملاحظہ فرمائے۔ واما قوله فالاحوط الخ هذا كله اذا كان يحسن ذلك كما ذكرناه وان لم يحسن ذلك فيلقنه من يحسن ذلك من اهل العلم ان امكن والا فتكون الوكالة لاحد اهل العلم العارفين بذلك ولا ينبغي ان يتساهل في هذا الامر فان به نجاة الانسان من عذاب الله تعالىٰ وغضبه قال الله تعالىٰ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ص ۲۲۳ مجموعہ رسائل

ترجمہ: ہر کہ یہ قول ہے کہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ ولی میّت بذات خود مباشرِ اسقاط ہو وہ تب کہ ولی میّت یہ طریقہ جانتا ہو اگر (وہ یہ طریقہ) خوب نہیں جانتا تو ولی کو تلقین کرے کہ وہ شخص جو خوب جانتا ہو اہل علم و صلاح ہے جب کہ تلقین ممکن ہو اگر ممکن نہ ہو تو وکیل کیا جائے ایک اہل علم میں سے جو طریقہ اسقاط جانتا ہو۔ اور یہ مناسب نہیں کہ اسقاط کے امر میں تسامح و چشم پوشی کرے (یعنی ہر آدمی وکیل نہیں بنانا چاہیے) کیونکہ اِس میں اللہ تعالیٰ کے عذاب و غضب سے انسان کو نجات ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پوچھو اہل عِلم سے اگر تم نہیں جانتے ہو۔

اس دائرہ اسقاط میں مندرجہ ذیل امور نہیں کرنا چاہئے۔ یعنی ان چیزوں سے احتراز کرنا مناسب ہے۔

① دینے والا شخص فقیر کو بلفظ استفہام نہ کہے آیا آپ نے یہ کفارہ قبول کیا فلان کے نماز سے بلکہ یہ کہے کہ یہ کفارہ فلان ابن فلان کا لے لو۔ یا یہ کہے کہ یہ کفارہ نماز فلان ابن فلان کا ہے۔

② جلدی قبول کرنے سے تمام ایجاب سے پہلے احتراز کرنا ضروری ہے۔ یعنی فقیر لفظِ قبلتُ وصی کے کلام کے بعد کہے اور وصی لفظ قبلتُ فقیر کے کلام ختم ہونے کے بعد کہے۔

③ اس بات سے بھی احتراز کرنا چاہئے کہ کہیں میانی وغیرہ مالِ اسقاط فقیر کے ہاتھ میں یا وصی کے ہاتھ میں نہ رہ جائے بلکہ ہر بار ایک دوسرے کو دیتے رہیں تاکہ تسلیم کرنے اور ھبہ قبض سے کامل ہو جائے۔

④ اس دائرہ میں قاصِر یعنی صبی یا معتوہ یعنی غیر عاقِل یا غلام یا مدبّر سے بھی احتراز کرنا واجب ہے کیونکِہ اگر وصی ان میں سے ہر ایک کو مال دیدے تو وہ اس مال کا مالک بن گیا۔ لیکن اُن میں سے ہر ایک کا ھبہ صحیح نہیں

⑤ اس دائرہ میں غنی و کافِر بھی نہ ہو۔

⑥ اس سے بھی احتراز کرنا ضروری ہے کہ اجنبی اس مال فدیہ کو گھمایا کرے مگر وکالت پر۔ کیونکِہ اگر وکالت ہو تو جائز ہے ورنہ وصی یا وارث بذات خود ہو۔

⑦ اس سے بھی احتراز ضروری ہے کہ وصی مال دیتے وقت فقیر کو لحاظ مذاق و حیلہ رکھیں۔ بلکہ واجب ہے کہ مال اسقاط فقیر کو دیکر اس بات کا قصد وارادہ کرے۔ کہ فقیر کی ملکیت ہو جائے۔ ازروئے حقیقت نہ کے ازروئے

تحیل ۔ اس لحاظ سے کہ اگر فقیر نے اس مال کے ہبہ سے وصی کو انکار کیا تو
وہ مال فقیر کا ہوگا ۔ اور فقیر کو ہبہ پر مجبور نہیں کیا جائے گا ۔ کہ یہ وصی کو ہبہ
کرے (یعنی مراد یہ ہے کہ صحیح طریقہ و نیت سے یہ کام کیا جائے کہ وصی یا
وارث کے ملک سے زائل ہو جائے اور فقیر کی ملکیت میں داخل ہو جائے)
⑧ فقیر کی دِل شکنی سے بھی احتراز کرنا ضروری ہے ۔ یعنی اس حیلہ کے بعد فقیر
کو راضی کریں جو اس کی مرضی ہو یعنی کچھ مال فقراء کو دیدیں تاکہ وہ خوش ہو
جائیں یہ مجموعہ رسائل ابن عابدین ص۲۲۵ کے عبارت کا ترجمہ ہے
اختصار کی غرض سے عربی عبارت چھوڑ دی ۔
① اس دائرہ میں اس بات کا لحاظ بھی رکھنا چاہیئے کہ ہر فرد دائرہ قبض
ورد کو جانتا ہو ۔ یعنی اتنا اسکو معلوم ہو کہ قبض کے ساتھ میرا ملک ہو گیا
اور جب دوسرے کو دیا تو میرے ملک سے زائل ہوا ۔ یعنی اس دائرہ میں وہ
نہ بیٹھے جس کو ایجاب و قبول کا علم نہ ہو ۔ کیونکہ اس دائرہ سے میت کو
نفع حاصل ہوتا ہے ۔ حالانکہ ہم اپنی نفع کے لئے کتنی کوشش کرتے ہیں
تو ہمیں اُس چیز کے لئے بھی کوشش کرنا چاہیئے جس سے میت کو نفع حاصل
ہوتی ہو ۔ کیونکہ یہ حیلہ نفع اموات کے لئے جائز ہوا ہے لہذا اِسے مندرجہ
بالا طریقے سے صحیح نیت کے ساتھ کرنا چاہیئے ۔

حاشیہ ۔ نوٹ ۔ یہ حیلہ اسقاط فقہاء کرام کے تعلیمات کے مطابق کرنا چاہیئے
فقہاء لکھتے ہیں کہ میت کے سالوں کا حساب لگائیں ۔ اسکے بعد اول مدت بلوغ
نکال کر (مؤنث و مذکر کا) پھر اس اندازے سے مال اسقاط گھمایا کرے یہی مناسب
طریقہ ہے اگر کسی نے تخمینی لحاظ سے چند بار گھمایا تو وہ بھی جائز ہے ۔ لیکن جتنا زیادہ
گھمائے اتنا ہی میت کو زیادہ فائدہ و نفع ہے ۔ ۱۲

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اگر کوئی اعتراض کرے کہ ہمارا مروّجہ حیلہ کتب فقہ سے بالکل مخالف ہے کیونکہ ماسبق عبارتوں سے معلوم ہوا کہ وارث یا وصی یہ مال اسقاط فقیر کو دے پھر وہ فقیر سے طلب ھبہ کرے پھر دوسرے فقیر کو دے اِس سے بھی طلب ھبہ کرے الیٰ ھکذا اَنْ یّتمّ العشر۔ اور ہمارے علاقے میں ایسا ہے کہ ولی ان میں سے صِرف ایک کو اجازت دیں۔ وہ اس پر الفاظ اسقاط کہہ کر اپنے دائیں والے آدمی کو دے وہ آدمی لفظِ قبلتُ کہہ کر دوسرے آدمی کو لفظ وھبتُ سے دیتے ہیں الیٰ آخرہ حتیٰ یتمّ۔ تو یہ طریقہ ظاہرًا کتب فقہ سے مخالف ہے۔

الجواب :- اس کا جواب یہ ہے کہ مال اسقاط گھمانے کے لئے بہت سے طریقے ہیں اور ہر ایک طریقہ جائز ہے۔ کما قال فی مجموعہ رسائل۔

وَلادارۃ الصرۃ طرائق

میانی گھمانے کے لئے بہت سے طریقے ہیں غالبًا ہمارا مروجہ طریقہ بہتر ہے۔ اِس لئے کہ اس میں زیادہ مشقت نہیں ہے وارث ہر بار استیہاب سے بھی بے نیاز ہوگا اور رجوع فِی الھبہ سے بھی خالی ہے۔ چنانچہ اس کا بیان علامہ طحطاوی نے کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائے۔

نمایفعل الاٰن من تدویر الکفارۃ بین الحاضرین وکلّ یقول للاخر وھبت ھذہ الدّراھم لاستاط ماعلیٰ ذمّۃ فلان من الصّلاۃ او الصّیام ویقبلہ الاخر صحیحٌ ثمّ لواخذھا احدھم عند قبضھا ولم یدفعھا واستقل بھا یفوز بھا علی الظاھر والاولیٰ بعد تدویرھا ان یتساووا فیھا لانّھم

انّما حضروا لیعطوا منہا فنفوسہم متشوقۃ للاخذ لاسیما المساکین منہم ۱۲ طحطاوی علی الدر مختار ص ۳۰۸ باب قضاء الفوائت

ترجمہ :- جواب کفارہ کو گھمایا جاتا ہے حاضرین کے درمیان۔ اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کو کہتا ہے کہ فلان کے ذمہ جو نماز یا روزے تھے یہ دراہم اس کے ذمّہ سے بابت اسقاط آپ کو میں نے بخش دیئے ہیں اور دوسرا شخص یہ دراہم قبول کرتا ہے۔ یہ صحیح کام ہے (یعنی یہ حیلہ بھی صحیح ہے اور گھما کر ایک دوسرے کو دینا بھی صحیح ہے) پھر اگر ایک شخص نے قبض کے وقت یہ مال اسقاط اٹھایا یعنی اس پر مستقل ہو گیا یعنی اکیلا ہی اُٹھایا تو ظاہر میں اس مال پر کامیاب ہو گیا۔ لیکن اولیٰ بات یہ ہے کہ گھمانے بعد اس کو فقیروں پر مساوات برابری سے تقسیم کریں کیونکہ وہ لوگ اس لئے حاضر ہو چکے ہیں تاکہ اس میں سے کچھ دیا جائے اور ان کے نفوس لینے کے مشتاق ہیں خصوصًا ان میں سے مساکین۔ انتہی۔ قال المؤلف یفوذ بہا علی الظاہر کے عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ظاہرًا تو مالک ہو گیا لیکن حقیقت میں اس کے لئے یہ مال لینا جائز نہیں ہے کیونکہ اس مال میں باقی افراد دائرہ کے حقوق بھی متعلق ہیں۔ از روئے عرف یہ اس وقت کہ دائرہ والوں نے عمل ختم کیا ہو۔ اگر ختم نہ کیا ہو تو بطریق اولیٰ جائز نہیں کیونکہ جو اس دائرہ سے میّت کو نفع پہنچانا مطلوب تھا وہ مقصد فوت ہو گیا۔ کما فی الطحطاوی "

لابدّ من تکرار القبض والدّفع حتی لیسقط ما کان یظنّہ علی المیّت من صیام او صلوٰۃ ونحوہما من الواجبات وھذا ھو المخلص فی ذلک ان شاء اللہ تعالیٰ ص ۲۳۹

باب الاسقاط طحطاوی مع المراقی۔

قرآن مجید کا رکھنا مال اسقاط میں

قرآن مجید کا مال اسقاط میں رکھنا اور جنازہ سے مقدم لیجانا، قرآن مجید کے ادب کا لحاظ رکھنا مقصد شفاعت ہوتا ہے۔ اور شفیع کا حق یہ ہے کہ مقدم کیا جائے۔ اس کا اصل ایک حدیث ہے مؤطا امام محمدؒ میں لکھا ہے۔ اخبرنا مالك حدثنا الزهری قال کان رسول الله صلى الله عليه وسلم يمشي امام الجنازة والخلفاء هلم جرا وابن عمر ای عبد الله ابن عمر ايضا كان يمشي امامها وكان من اشد الناس اتباع للناس

مؤطا امام محمد رحمه الله تعالى مع تعليق الممجد ص ۱۶۷

ترجمہ: امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ہمیں مالکؒ نے خبر دی ہے وہ زہریؒ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ سے پہلے جاتے تھے اور اسی طرح خلفاء کرام یعنی ہر ایک اپنی خلافت کے دوران ایسا کرتے تھے اور عبداللہ ابن عمرؓ بھی جنازے سے پہلے جاتے تھے وہ لوگوں میں سنت کا زیادہ متابعت کرتے تھے۔ انتہیٰ

لہٰذا اس زمانے میں قرآن مجید سے احسن شفیع کوئی نہیں ملتا ہے۔ تو اس وجہ سے مال اسقاط میں رکھکر جنازہ کے مقدم جنازہ گاہ لے جاتا ہے اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی برکت سے میت پر رحم فرمائے۔

اور مال اسقاط میں قرآن مجید بھی گھمایا جاتا ہے

اس قرآن مجید کا مال اسقاط میں رکھنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ اس حیلہ کو قرآن مجید کے ذریعہ قبول کریں یعنی قرآن مجید کی توسل سے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل بالقرآن ثابت ہے "حاشیہ" یمشی ای قدامها لانه شفیع لها

حیث قال اللّٰھم ارحمنی بالقرآن العظیم ۱۲ ترجمہ اے اللہ تعالیٰ ہم پر رحم نازل کرے بواسطہ قرآن مجید یعنی اس کے برکت وطفیل سے قرآن مجید میں ہمارے لئے بیشمار فائدے ہیں بڑا فائدہ یہ ہے کہ لوگ جہالت وگمراہی سے نکل کر معرفت الٰہی وبصیرت وایمان وایقان کی روشنی میں کھڑے ہو جائیں نیز ہمارے روحانی وجسمانی بیماریوں کے لئے نسخہ شفاء ہے۔ غرض کہ قرآن مجید میں بہت فوائد ہیں اور منجملہ ان فوائد میں سے توسل بالقرآن مجید بھی ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے تو لہذا قرآن مجید اس مال اسقاط کے ساتھ گھمایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں جتنی رقم کی مالیت ہو اتنی مقدار میں فدیہ بھی ادا ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا الآیۃ یعنی اے مسلمانوں سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط تھام لو۔ مفسرین کرام کی تصریح کے مطابق حبل اللہ سے مراد قرآن مجید ہے۔ اور لوگوں کو تمسک بحبل اللہ سے علماً عملاً ظاہراً باطناً صراحتاً اشارۃً قولاً فعلاً کرنے کا حکم ہے چنانچہ اطلاق آیت سے بھی ظاہر ہوتا ہے پس مجوزین حیلہ اسقاط بصورت دوران قرآن اسی شئی کا مظاہرہ کرتے ہیں ۱۲ منہاج الاخیار

علاوہ ازیں دوران قرآن مجید کا ثبوت خلیفۃ المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب سے بھی منقول ہے چنانچہ حضرت امام ابو اللیث سمرقندیؒ لکھتے ہیں

حدثنا العباس بن سفیان عن ابن علیۃ عن ابن عون عن محمدٍ عن عبد اللہ رضی اللہ عنہم	ترجمہ ۔ امام ابو اللیث فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کیا عباس ابن سفیان نے وہ روایت کرتے ہیں ابن علیہ سے

قال. قال عمرؓ - ایہا
المؤمنون اجعلوا القران وسیلة
لنجاة الموتیٰ فتحلقو وقولوا
اللّٰهمّ اغفر لهذا المیت بحرمة
القران المجید وتناوبوا بایدیکم
متناوبة وفعل عمر رضی الله
عنه فی اٰخر الخلافة مثله
فی زمانه لامرأة ملقبة
بحبیبة بنت عمربد زوجة
قلّاب (وفی نسخه ملّاب)
بجزءِ القران من ومالی لآ اعبد الی
عمّ یتسآءلون
وشاع فعله فی زمان
خلافة عثمان رضی الله
تعالیٰ عنهٗ بانکار
مروان بعنادٍ وقالَ
الامام السمرقندیؒ ثمّ
اشتهر فی خلافة هارون
الرّشید رحمة الله علیهِ
من غیر انکار نکیر
دوران القراٰن

وہ ابن عون سے وہ محمدؐ سے وہ عبداللہ
سے وہ حضرت ابن عمر سے روایت کرتے
ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے فرمایا -
اے مؤمنوں قرآن کو مردوں کی
نجات کا ذریعہ بناؤ -
پس حلقہ باندھو اور کہو اے اللہ
اس میّت کو اس قرآن کی حرمت سے
بخش دے اور باری باری ایک
دوسرے کے ہاتھوں قرآن لیتے رہو
حضرت عمرؓ نے خلافت کے آخر زمانہ
میں اسطرح ہی حیلہ کیا ایک عورت
کے لئے - جو حبیبہ سے ملقب عمربد
کی بیٹی تھی اور قلاب کی بیوی تھی (
اور ایک نسخہ میں ملّاب نام ہے) یعنی
قرآن مجید کے ایک جزء من ومالی لآ اعبد سے
لیکر آخر عمّ یتسآءلون تک اس کے ساتھ
یہ حیلہ کیا اور حضرت عمر کا یہ فعل زمانہ خلافت
عثمانؓ میں مشہور ہوا لیکن مروان نے از
روئی عناد انکار کیا - امام سمرقندیؒ فرماتے
ہیں کہ یہ طریقہ پھر مشہور ہو گیا -

لحیلة الاسقاط فأصله ثابت عن عمر رضی اللہ تعالیٰ وان لم یذکر فی الکتب المشهورة من الاحادیث ولکنه مذکور فی الکتب من التواریخ بسند قوی کما قال المؤرخ صاحب الفتوح اخبرنا ابو عاصم عن ابن جریج عن ابن شهاب عن ابی مسلمة عن ابی موسیٰ رض قال فعل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه تدا ورجزء القرآن فی حلقة عشرین رجلاً بعد صلاة الجنازة لامرأة ملقبة بحبیبة ولرجل من قبیلة الانصار ما حفظنا اسمه وثبت بهذا السند ایضاً اخبرنا سعد عن ایوب عن جمیع عن عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنه انه اوجد دوران القرآن

ہارون الرشید کے خلافت کے دوران یعنی حیلہ اسقاط کے لئے دوران قرآن بھی کیا اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا تو اس کا اصل حضرت عمر رض سے ثابت ہے۔ اگرچہ حدیث کی مشہور کتابوں میں اس کا ذکر نہیں ہے لیکن تاریخ کے بعض کتابوں میں قوی سند کے ساتھ مذکور ہے چنانچہ مؤرخ صاحب فتوح نے کہا ہے کہ ہمیں خبر دی ابو عاصم نے وہ ابن جریج سے وہ ابن شہاب زہری سے وہ ابو مسلمہ سے وہ حضرت ابو موسیٰ رض سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت عمر رض نے بیس آدمیوں کے حلقہ میں نماز جنازہ کے بعد ایک عورت جس کا لقب حبیبہ تھا کے لئے قرآن مجید کا جز گھمایا الخ اور ایک انصاری کیلئے جس کا نام ہمیں یاد نہیں اور اسی سند سے بھی ثابت ہے کہ ہمیں سعد نے بیان کیا ہے۔ وہ ایوب سے اور وہ جمیع سے اور وہ عبد الرحمٰن بن ابی ابوبکر سے روایت کرتے ہیں کہ دوران قرآن کا

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والقرآن شافع للمؤمنین حیاتاً و بعد ممات انتہیٰ فتاوے سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ	ایجاد حضرت عمرؓ نے کیا اور قرآن مجید مومنوں کے لئے زندگی میں اور بعد از وفات بھی شفاعت کرنے والا ہے ۔ فتاوی سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

لہٰذا امام ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑا فقیہہ ہے انہوں نے جو یہ روایت اپنے فتاویٰ میں درج کی ہے انہوں نے ضرور اس روایت کی سند اور اس کی رجال میں خوب تحقیق کی ہو گی پھر اس کے بعد اپنے فتاویٰ میں درج کیا ہو گا کیونکہ وہ ایسے حضرات میں سے نہیں کہ وہ ہمیں بغیر تثبت و تحقیق کے نقل کرلے ۔ کیا خوب تحقیق لکھی ہے کہ یہ طریقہ عہد عثمانی میں مشہور ہوا لیکن مروان نے از روئی عناد انکار کیا یعنی اگر یہ غلط کام تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے ہم عصر اور صحابۂ کرام موجود تھے تو کیوں اس ناجائز کام پر خاموش رہے ۔ یعنی اگر واقعی ناحق تھا تو ایسے بڑے حضرات ضرور اس کا انکار کرتے حالانکہ ایک کتاب میں بھی منقول نہیں کہ اس عمل کا ان حضرت نے انکار کیا ہو اگر واقعی انکار کیا ہوتا تو ضرور ہمیں کسی نے نقل کیا ہوتا اور پھر ہارون الرشید کے زمانہ میں بھی مشہور ہو گیا اس وقت بھی کسی نے انکار نہ کیا حالانکہ اس وقت بھی بہت سے اعلیٰ حضرات موجود تھے اور ثانیاً مولوی عبد الغفور نے رفع الخلاف صہ میں کتاب درمصنفۂ حجۃ الاسلام الغزالی رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح نقل کیا ہے ۔ یعنی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ سے یہی نقل کیا ہے یہ بھی برائے جوازِ موید ہوتا ہے ۔ رواۃ حدیث پر تبصرہ مصنف منہاج الاحتیاط نے خوب

کیا ہے صفحہ ؁ سے لیکر صفحہ ؁ تک جس کا جی چاہے وہاں دیکھ لیں۔ میں نے
از روئے اختصار ترک کر دیا۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ علامہ سمرقندی رحمۃ اللہ
بہت بڑے فقیہہ عالم تھے تاہم فن حدیث میں ان کا کوئی درجہ نہیں ((
جواب)) یہ ایک بے بنیاد جرح اور بے وزنی سوال ہے کیونکہ یہ صاحب
رتبہ فقاہت کے علاوہ بہت بڑے محدث بھی تھے۔ کیونکہ ان دونوں میں
اصول مناطقہ کے مطابق عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے جیسا کہ
انسان اور حیوان میں یعنی ہر انسان حیوان ہے۔ اور ہر حیوان انسان نہیں
اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ ہر خاص میں عام پایا جاتا ہے۔ لیکن ہر عام
میں خاص نہیں پایا جاتا جیسا کہ ہر مقید میں مطلق موجود ہوتا ہے۔ کیونکہ
مقید مطلق مع القید کا نام ہے، لیکن مطلق میں مقید نہیں پایا جاتا اور یہ ایک طبعی
اور فطری قانون ہے کہ جس کو نہیں جھٹلایا جا سکتا۔ الحاصل یہ ہم کہتے ہیں
کہ اگر فقیہہ محدث نہ ہو تو پھر فقیہہ کیسے ہوگا۔ وجہ یہ کہ فقاہت کتاب وسنت
سے استخراج مسائل کے ملکہ کا نام ہے۔ اور آدمی فقیہہ تب ہی ہو سکتا ہے
جب اسے کتاب وسنت پر کامل عبور ہو اور پھر ان سے علیٰ وجہ الکمل استخراج
مسائل کی قدرت رکھتا ہو۔ گویا فقیہہ محدث سے مافوق رتبہ ہے۔ جب یہ
حال ہو تو پھر یہ کہنا کہ فلاں فقیہہ ہے محدث نہیں روایۃً درایۃً ٹھیک نہیں
موصوف صرف نمائشی محدث نہ تھے بلکہ ایک لاکھ احادیث حفظ ہونے
کے وجہ سے حفاظ احادیث میں شمار ہوتے ہیں علوم وفنون فقیہہ صغار سے
حاصل کئے آپ صرف چار واسطوں سے حضرت قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ
کے شاگرد رشید ہیں اور فقہاء کرام کے طبقہ ثالثہ میں شمولیت کے وجہ سے
مجتہد فی المسائل کے منصب عظیم پر فائز ہیں امام موصوف کا فتاویٰ موجود ہے

لیکن اب مرور زمانہ کی وجہ سے نایاب ہے ۔ اور یہ کوئی قباحت ومذمت نہیں کیونکہ بہت سے ائمہ اسلاف ایسے گذرے ہیں کہ جن کی کتابیں آج بالکل دستیاب نہیں لیکن اس کے باوجود ان کے اقوال وانکار نقل درنقل ہوکر چلے آرہے ہیں اور آج تک کسی نامور اہل علم نے ان کے منقولات کا انکار نہیں کیا آپ کے بے مثل کردار کا یہ عالم تھا کہ ساری زندگی دروغ گوئی سے کنارہ کش رہے یہ کوئی معمولی بات نہیں ۱۲ ملتقط از منھاج الاحتیاط ۱۲

علامہ خفاجی نسیم الریاض شرح شفا میں لکھتے ہیں ۔ السمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ ھذا ھو الامام الجلیل المعروف بامام الھدیٰ الفقیہ الحنفی الخ

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض حضرات کہتے ہیں کہ فقیہ ابو اللیث السمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے صاحب مفتاح السعادۃ وغیرہ نے فتاویٰ نہیں لکھا ہے تو اس کا فتاویٰ موجود نہیں ہے ،

الجواب :- اوّل عدم ذکر مفتاح السعادۃ وغیرہ سے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ کے لئے فتاویٰ نہیں ہے ، کیونکہ قاعدہ مسلّمہ ہے کہ عدم الذکر لایدل علیٰ عدم الوجود یعنی ایک چیز کے نہ ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں ہوتا ہے کہ اس کا وجود بھی نہیں ہے ۔ بلکہ ہمارے لئے شاہدین عادلین موجود ہیں ۔

(۱) مولانا عبد الحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوائد البہیۃ میں لکھا ہے ، نصر بن محمّد بن احمّد بن ابراھیم ابو اللیث الفقیہ السّمرقندی المشھور بامام الھُدیٰ اخذ عن ابی جعفر الھند وانی عن ابی القاسم الصّفار عن نصیر بن یحییٰ عن محمّد بن سماعۃ عن ابی یوسف ولہ تفسیر

القران والنوازل والعيون والفتاوىٰ وخزانة الفقه و بستان العارفين وشرح الجامع الصّغير وتنبيه الغافلين و غير ذلك ۔ اس کے وفات میں مولانا عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شّات اقوال نقل کئے ہیں لیکن تین اقوال ۳۷۳ھ ان کے وفات میں نقل کئے ہیں اور یہی سن وفات صحیح ہے مولانا عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ۔ وقد طالعت من تصانیفہ البستان العارفین وخزانۃ الفقہ وکلّہما مفیدۃٌ ۱۲ فوائد البہیۃ ص۲۸۷

② اسماعیل بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کے کتابوں میں فتاویٰ نقل کیا ہے ۔ عبارت ملاحظہ فرمائے ۔ ابو اللّیث السّمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نصر بن محمّد بن ابراھیم بن الخطاب الفقیہ الحنفی السّمرقندی الملقب بامام الہدیٰ توفی سنہ ۳۷۳ ثلاث وسبعین وثلاثۃ مائۃ صنف من الکتب بستان العارفین تفسیر القران تنبیہ الغافلین ۔ حصر المسائل فی الفروع ۔ خزانۃ الفقہ دقائق الاخبار فی ذکر الجنّۃ فی النّار شرح جامع الصّغیر للشّیبانی فی الفروع ۔ عیون المسائل الفتاویٰ مبسوط فی الفروع الخ ہدیۃ العارفین ص۴۹ ج۲ مطبوعہ استانبول ۔ علاوہ ازین فتاویٰ عالمگیری و نور الہدیٰ وغیرہ میں فتاویٰ سمرقندیؒ سے نقل کئے ہیں اور کشف الظنون میں لکھا ہے مطبوعات الفتاویٰ علی مذھب الحنفی للامام السّمرقندی ۱۲ ص۱۶۰۶ مطبوعہ بیروت

○ امام سمرقندیؒ کے سند پر کلام اور ان کا جواب ○

بعض لوگ اس سند پر اعتراض کرتے ہیں ① ابن جریج پر اعتراض کرتے ہیں

اگرچہ وہ ثقہ تھے مگر تکمیل خواہش کے لئے حیلہ کے قائل تھے چنانچہ انہوں نے نوے عورتوں سے نکاح متعہ کیا تھا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ ابن جریج موضوعی ومن گھڑت روایات نقل کرتے ہیں نقل از میزان الا عتدال اور امام ابن معین فرماتے ہیں کہ ابن جریج فی الزھری لیس بشیٔ امام دارقطنی کہتے ہیں کہ ابن جریج مدلس تھے۔ میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ابن جریج مشہور مدلس تھے اور صاحب فتوح محمد بن عمر واقدی قابل اعتبار ہی نہیں۔ ابن معین اس کو ضعیف اور لیس بشیٔ کہتے ہیں۔ حاتم واسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ جعلی حدثیں بنایا کرتا تھا۔ امام نسائیؒ وغیرہ فرماتے ہیں۔ کہ مشہور کذاب تھے۔

ان کا جواب یہ ہے۔ کہ مطلق جرح انسان میں کوئی عیب نہیں حتی کہ وہ متروک کیا جائے۔ بلکہ ان حضرات کے جروح نامنظور ہیں۔ مولانا عبدالحیؒ رحمۃ اللہ نے خوب تفصیل سے لکھا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائے۔

ومنھا ان یکون الجارح من المتعنتین المشددین فانّ ھناك جمعًا من ائمۃ الجرح والتّعدیل لھم تشدد فی ھذا الباب فیجرحون الراوی بادنی جرح ویطلقون علیہ ما لاینبغی اطلاقہ عند اولی الالباب. فمثل ھذا الجارح توثیقہ معتبر وجرحہ لایعتبر الا اذا وافقہ غیرہ ممّن ینصف ویعتبر فمنھم ابوحاتم والنّسائی وابن معین وابن القطان ویحییٰ القطان وابن حبان وغیرھم فانّھم معروفون بالاسراف فی الجرح والتعنت فیہ فلیثبت العاقلُ فی الرّواۃ الذین تفرد و بجرحہ ولیتفکر فیہ"

الرّفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل لمولانا عبدالحیؒ رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۸

ایقاظ لاتغتر بقول ابی حاتم فی کثیر من الرواۃ علی مایجدہ من یطالع المیزان وغیرہ الخ ص۱۶ ایقاظ کثیرًا اما تجد فی میزان الاعتدال وغیرہ فی حق الرواۃ نقلاً عن یحییٰ بن معین انہ لیس بشیٔ فلا تغتر بہ ولا تظن ان ذلک الراوی مجروح بجرح قوی فقد قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری فی ترجمۃ عبد العزیز بن المختار البصری ذکر ابن القطان الفاسی ان مراد بن معین من قولہ لیس بشیٔ یعنی ان احادیثہ قلیلۃ۔ انتہی۔

وقال السخاوی فی فتح المغیث قال ابن القطان ان ابن معین اذا قال فی الراوی لیس بشیٔ انما یرید انہ لم یر وحدیثًا کثیرًا الرفع والتکمیل ص۱۱ ترجمہ۔ بعض جرح کرنے والے متعنت ومتشدد ہوتا ہے۔ یہاں ایک گروہ جو ائمہ جرح وتعدیل سے تعلق رکھتے ہیں وہ اس باب میں تشدد کرتے ہیں۔ راوی کو معمولی وجہ سے مجروح کرتے ہیں۔ راویوں پر ایسے عبارات واطلاقات کرتے ہیں کہ صاحب عقل کے لئے ایسا مناسب نہیں تو اس طرح جارح کی توثیق معتبر ہے اور جرح غیر معتبر ہے مگر جب ان کے ساتھ منصف لوگ موافقت کریں۔ ان جارحین میں سے ابو حاتم۔ نسائی وابن معین۔ وابن القطان۔ ویحیٰ القطان۔ وابن حبان اور ان کے علاوہ ہیں۔ کیونکہ یہ حضرات جرح کے لحاظ سے اسراف وتعنت میں مشہور ہیں۔ تو عاقل لوگ ان راویوں میں غور وفکر کریں جنکو خاص انہی اشخاص نے مجروح کیا ہو لا یعنی ان کی جرح نامنظور کریں" ایقاظ آپ دھوکہ نہ ہو جائیں ابی حاتم کے قول سے بہت سے راویوں کے متعلق۔ اس چیز میں کہ آدمی میزان الاعتدال وغیرہ کا مطالعہ کرے۔ الخ ایقاظ۔ میزان الاعتدال یا تہذیب میں

راویوں کے بارے میں اکثر آپ پائیں گے کہ یحیٰ ابن معین سے منقول ہے
کہ فلاں راوی مثلاً لیس بشئ ہے یعنی وہ کوئی چیز نہیں ہے تو کہیں دھوکہ
نہ ہو جائیں اور یہ گمان مت کریں کہ یہ راوی قوی جرح سے مجروح ہے
کیونکہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں عبد العزیز بن المختار البصری کے ترجمہ
میں لکھا ہے کہ ابن القطان الفاسی نے ذکر کیا ہے کہ ابن معین کا مراد لیس
بشئ سے یہ ہے کہ ان کے احادیث کم ہیں۔
اور علامہ سخاوی نے فتح المغیث میں کہا ہے کہ ابن قطان نے کہا ہے کہ ابن
معین جب کسی راوی کے بارے میں لیس بشئ کہدے تو ان کا اس سے مراد
یہ ہے کہ اُس نے کثیر تعداد میں احادیث روایت نہیں کئے ہیں۔ انتہیٰ

اور علامہ عبد الحیٔ رحمۃ اللہ علیہ پھر فرماتے ہیں۔ ایقاظ قد اکثر علماء
عصرنا من نقل جروح الرواۃ من میزان الاعتدال مع عدم اطلاعہم
علیٰ انّہ ملخص من کامل ابن عدی وعدم وقوفہم علیٰ
شرطہما فیہ فی ذکر احوال الرجال فوقعوا بہ فی الزلل واوقعوا
الناس فی الجدل فان کثیرا ممن ذکر فیہ الفاظ الجرح معدود
فی الثقات سالم من الجرح فلیتبصر العاقل ولیتنبہ الغافل
ولیجتنب عن المبادرۃ الی جرح الرواۃ بمجرد وجود الفاظ الجرح
فی حقہ فی المیزان فانّہ خسران ای خسران ۱۲ صـ۲۱ الرفع
والتکمیل لعبد الحیٔ رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ۔ بیداری۔ ہمارے ہم عصر علماء نے میزان الاعتدال سے راویوں پر
جرح نقل کیا ہے حالانکہ علماء یہ نہ سمجھے ہوئے ہیں۔ کہ میزان الاعتدال کامل
ابن عدی سے ملخص ہے۔ اور یہ بھی علماء کو معلوم نہیں ہے کہ ان دونوں کے

احوال رجال کے بارے میں کیا شروط ہیں تو اس وجہ علماء نے خود (بھی) لغزش کیا۔ اور لوگوں کو بھی جنگ وجدل میں واقع کر گئے۔ کیونکہ کتاب میزان الاعتدال میں بہت سے ایسے لوگ مذکور ہیں کہ جن کے متعلق جرح ذکر کیا ہے حالانکہ وہی لوگ ثقات میں شمار ہیں اور جرح سے بھی سالم ہیں۔ جب معاملہ ایسا ہی ہے تو عاقل لوگ بصیرت سے کام لے اور جو غافل ہے وہ بیدار ہو جائے۔ تاکہ اپنی جان محفوظ رکھے۔ کہ جلدی سے رواۃ پر جرح نہ کرے جب کہ ان کے حق میں الفاظ جرح صرف میزان الاعتدال میں موجود ہوں کیونکہ میزان خسران وناوان ہے۔ یعنی حقیقت میں یہ میزان نہیں بلکہ خسران ہے۔ انتہیٰ

وَفِی طبقات شیخ الاسلام التاج السبکی

الحذر کل الحذر ان تفہم ان قاعدتہم ان الجرح مقدم علی التعدیل علی اطلاقہا ولو اطلقنا تقدیم الجرح لما سلم لنا احد من الائمۃ اذ ما من امام الا وقد طعن فیہ طاعنون و ہلک فیہ ہالکون ۱۲ مقدمہ تعلیق الممجد علی مؤطاء امام محمدؒ ص۳۱ و ص۳۲ وبعض الجروح صدر من المتاخرین المتعصبین کالدار قطنی وابن عدی وغیرہما ومنہم من عادتہ فی تصانیفہ کابن عدی فی کاملہ والذہبی فی میزانہ انہ یذکر کل ما قیل فی الرجل من دون الفصل بین المقبول والمہمل فایاک ثم ایاک ان تجرح احدًا بمجرد قولہم من دون تنقیدہ باقوال غیرہم کما ذکرت کل ذلک فی السعی المشکور فی رد المذہب الماثور ۱۲ مقدمہ تعلیق الممجد ص۳۳

ترجمہ:۔ شیخ الاسلام تاج الدین سبکی نے طبقات میں لکھا ہے کہ آپ یہ فہم کر کے اپنے آپ کو مکمل طور پر بچائیں کہ علماء کا قاعدہ ہے کہ جرح تعدیل پر علی الاطلاق مقدم ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ جرح (بھی) اس کی مقدم ہے کہ جسکی امانت و عدالت ثابت ہو۔ اور متعصب نہ ہو۔ کیونکہ اگر ہم تقدیم جرح مطلق مان لیں تو (اس طرح) ایک امام بھی سالم نہ رہ جائے کیونکہ ہر ایک (کے بارے) میں طاعنوں نے طعن کیا ہے اور بعض جرحین متاخرین متعصبین سے بھی صادر ہو چکے ہیں۔ مثلاً دار قطنی و ابن عدی وغیرہما۔ اور ان میں سے بعض کا اپنے تصانیف میں ایسی عادت ہے مثلاً ابن عدی کامل میں اور علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال میں۔ کہ وہ (ہر) وہ بات ذکر کرتے ہیں جو کسی کے متعلق کہا گیا ہو لیکن یہ خیال نہیں رکھتے کہ یہ جرح مقبول ہے یا کہ غیر مقبول پس اپنے آپ کو بچائیں پھر اپنے آپ کو بچائیں (اس بات سے) کہ ایک فرد صرف ان اقوال پر مجروح کرلے جسکے ساتھ دوسروں کا موافقت نہ ہو۔ جیسا کہ میں نے یہ سب کچھ کتاب سعی مشکور فی رد المذہب الماثور میں بیان کیا ہے۔ انتہیٰ

بلکہ انہی حضرات نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مجروح کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائے۔ ومنہا انہ قد جرحہ سفیان الثوری والدارقطنی والخطیب والذہبی وغیرہم من المحدثین وہذا قول صدر عن الغافلین فان مطلق الجرح ان کان عیباً یترک بہ المجروح فلیترک البخاری ومسلم والشافعیؒ واحمدؒ ومالکؒ ومحمد بن اسحاق صاحب المغازی وغیرہم من اجلۃ اصحاب المعانی فان کلا منہم مجروح ومقدوح بل الخ، مقدمہ تعلیق الممجد ص۳۳

ترجمہ: مختصراً حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو سفیان ثوری و دارقطنی و خطیب وغیرہ نے مجروح کیا ہے۔ یہ قول غافلین سے صادر ہو چکا ہے۔ اگر مطلق جرح عیب ہو۔ تو بخاریؒ و مسلمؒ و شافعیؒ و مالکؒ و احمدؒ و محمدؒ بن اسحاق سب کو چھوڑا جائے۔ کیونکہ ہر ایک مجروح و مقدوح ہے۔ بلکہ الخ۔

والتالی باطل بالبداھۃ فالمقدم مثلہ۔
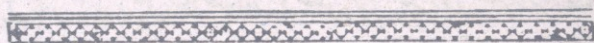
بلکہ شیخ الاسلام بدر الدّین محمود العینی نے بنایہ

شرح ہدایہ بحث قراءۃ الفاتحہ میں دارقطنی کے متعلق رقمطراز ہیں۔ من این له تضعیف ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی وھو مستحق للتضعیف فانہ روی فی مسندہ احادیث سقیمۃ ومعلولۃ ومنکرۃ وغریبۃ وموضوعۃ۔ انتہی ۱ ترجمہ۔ دارقطنی نے کہاں سے امام صاحبؒ کو ضعیف کہا ہے۔ بلکہ دارقطنی خود تضعیف کے مستحق ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی مسند میں احادیث سقیم و معلول و منکر و غریب و موضوعی روایت کئے ہیں۔ مقدمہ تعلیق المسجد ص۳۳ اور اسی صفحہ میں لکھتے ہیں۔ فان بعض الجروح التی جرح مبھم کقول الذھبی فی میزان الاعتدال اسمٰعیل بن حماد بن الامام ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی ثلاثتھم ضعفاء انتہی ۞

ترجمہ۔ اور بعض جروح جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر وارد ہوئے ہیں جرح مبہم ہے۔ اور جرح مبہم غیر مقبول ہے جیسا کہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے۔ کہ اسمٰعیل حماد کا بیٹا اور حماد جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیٹا ہے وہ تینوں ضعیف ہیں ۞

مولوی حمد اللہ صاحب کا جواب البصائر میں

مولوی حمد اللہ صاحب البصائر میں لکھتے ہیں کہ جو انتقاد اس حدیث میں وارد ہوا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۷۳ھ کما فی الجواہر المضیۃ وفوائد البہیہ ومفتاح السعادۃ وھدیۃ العارفین ۔ تو شک نہیں کہ یہ زمانہ زمانۂ اجتہاد تھا۔ مجتہد جب ایک روایت پر تمسک کرے ۔ پھر نقاد اس روایت میں قدح ونقصان بیان کرے تو تمسک کو کچھ ضرر نہیں پہنچائے گا۔ آیا تم نے نہیں دیکھا ہے کہ اکثر محشی احادیث وفقہ اعتراضات کرتے ہیں ۔ کہ احناف کے دلائل بعض ضعیف ہیں ۔ یا یہ حدیث غریب ہے۔ یا ہم نے اسے کتب احادیث میں نہیں پایا ۔ اور اسی مانند اور اعتراضات بھی کرتے ہیں۔ تو ہم ان کو یہ جواب دیتے ہیں ۔ کہ یہ اعتراضات تمسک امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ہیں اور یہ استدلال کو کچھ ضرر نہیں پہنچاتا ۔ اور مانند فرمایا ہے کہ شیخ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان کبری جلد اول میں فرمایا ہے اگر کوئی دیہ اعتراض کرے کہ آپ کہتے ہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ کے مذہب کا دل ضعیف نہیں ہے ۔کیونکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ونبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے درمیان راویان جرح سے سالم ہیں ۔ تو آپ کیا جواب دیتے ہیں ۔ جیسا کہ بعض حفاظ احادیث کہتے ہیں ۔ کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض ادلہ ضعیف ہیں ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پر

حاشیہ نمبر ۱: طبقات الفقہاء میں علامہ سمرقندیؒ کو مجتہد فی المسلک کہا گیا ہے۔ اظہار حق ص ۸۲

از روئے یقین حمل واجب ہے ان راویوں پر جو ناقلین نازلین ہیں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث میں اُن کی موت کے بعد۔ جب کہ اُن ہوں نے بغیر طریق الامام کے اس حدیث کی روایت کی ہے (یعنی جو سلسلہ سند حدیث میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا اس کے بجائے دوسرا سلسلہ نقل کیا ہے۔ یعنی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ والا سلسلہ نقل نہیں کیا ہے کیونکہ ہم نے ہر حدیث جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسانید ثلاثہ میں پایا ہے۔ وہ صحیح ہے۔ کیونکہ اگر صحیح نہ ہوتا اُن کے نزدیک۔ تو کیوں انہوں نے اس سے استدلال لیا تھا اور ہمیں وجود کذاب یا متھم بالکذب سے کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ مثلاً اس سند میں جو امام صاحبؒ سے نقل ہے ہمیں حدیث کی صحت پر مجتہد کی استدلال کافی ہے پھر اس حدیث پر ہمیں عمل کرنا واجب ہے اگر دوسروں نے روایت نہیں کیا ہو۔ جو کچھ ہم نے بیان کیا اس باریکی میں فکر و تامل کریں شاید آپ اس طرح باریکی دکھیں اور ایک محدث کے کلام میں نہ پائیں گے الخ یہ عبارت بصائر کا ترجمہ عربی الفاظ البصائر میں دیکھئے ص۱۳۸ مطبع استنبول۔

یا میزان کبریٰ میں عبدالوہاب شعرانی کا عبارت ملاحظہ کریں۔ ص۷۰ فی فصل تضعیف قول من قال ان ادلة مذهب الامام ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ ضعیفة غالبًا۔

یعنی مولوی حمد اللہ صاحب کا مقصد یہ ہے۔ کہ امام سمرقندی رحمہ اللہ علیہ کے حدیث میں جو قدح وارد ہوا ہے۔ اس سند کے دوسرے طریقے پر ہم حمل کرتے ہیں۔ یعنی امام سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے جس طریقہ پر استدلال کیا ہے وہ صحیح ہے۔ بلکہ قاضی فارمولی صاحب نے المسائل المنتخبہ میں لکھا ہے

ونقل الواقدی ذکر عمل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ الدور
وان قیل بضعف الواقدی اقول این القوی الذی نقل انکار
عملہ اونقل تواتر عدم عملہ فالاخذ بالمنقول اولیٰ وھو ما
اخبر ابوعاصم عن ابن جریج الخ ۴۷ السائل"...

ترجمہ :- علامہ واقدی نے عمل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی دوران قرآن ذکر کیا
ہے۔ اگر کوئی (یہ) کہہ دے کہ واقدی ضعیف ہے تو ہم جواب میں کہتے
ہیں کہ قوی کون ہے جس نے عمل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار نقل کیا ہو۔
یا اُس نے نقل تواتر کیا ہو۔ کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ نہیں کیا ہے۔ حالانکہ
ایسا کوئی نہیں کہ یہ ثابت کرے تو منقول پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ منقول یہ ہے
کہ واقدی کہتا ہے کہ ہمیں ابوعاصم نے خبر دی اُسے ابن جریج نے وہ ابن
شہاب سے وہ ابی مسلمہ سے وہ ابی موسیٰ سے کہ فعل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ الخ

انتہیٰ۔ اسماعیل باشا البغدادی مؤلف ھدیۃ العارفین نے واقدی
کا ترجمہ کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ الواقدی محمد بن عمر بن
واقد الواقدی ابوعبداللہ المدنی الاصل بغدادی المسکن
والوفاۃ کان عالما محدثا اخباریا ولد سنۃ ۱۳۰ وتوفی سنۃ ۲۰۷ سبع ومأتین
من تصانیفہ اخبار مکۃ۔ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم تاریخ
الفقہاء التاریخ الکبیر۔ التاریخ والمبعث۔ والمغازی،
تفسیر القرآن الخ حتی کہ اُن کے اکتیس ۳۱ تصانیف ذکر کئے ہیں۔

ھدیۃ العارفین ص ۱ الجلد الثانی مطبع استنبول

اس سند پر کچھ عقلی اعتراضات وجوابات

اعتراض اوّل :۔ یہ روایت کسی رافضی کی ایجاد ہے ۔ اس لئے کہ حضرت عمر وحضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما و ہارون الرشید کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کا نام نہیں لیا ہے ۔

جواب :۔ اس سے یہ بالکل معلوم نہیں ہوتا ہے کہ یہ رافضی کی ایجاد ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں شاید ترک کی کچھ مقتضی تھی ۔ اس لئے زمانہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مشہور نہ ہوا تھا ۔ بغیر دلیل کے کسی انسان پر رافضی کا حکم مناسب نہیں ہے ۔

دوسرا اعتراض :۔ اس روایت میں یہ مقصود ہے کہ حضرت عثمان وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خلافت میں لوگ نماز و روزہ میں لاپرواہی کرتے تھے یہ خلافت راشدہ ہوگی یا غیر راشدہ ۔

جواب :۔ اس سے ہرگز یہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اس میں صراحتًا اس کا کوئی ذکر نہیں ۔ بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان سے کچھ نمازوں میں سہوًا خلل واقع ہوچکا ہو بترک شرط وغیرہ ۔ تو احتیاطًا اس کے لئے اسقاط مع دور ان قرآن مجید ای ہو ۔ تو احتیاط سے ای عمل بالاحتیاط سے خلافت راشدہ پر اثر ہونا تو درکنار اس کو اور تقویت دیتی ہے ۔

بلکہ عہد نبوی صلّی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم میں اس قسم کے واقعات پیش ہوئے تھے ۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ خود گواہی دیتے ہیں ۔ کہ قُمْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ الحدیث ۔

تیسرا اعتراض ۔ حبیبہ اور قلاب وغیرہ کا کتب رجال وغیرہ میں کہیں ذکر نہیں ہے ۔ تو کیسے باور کیا جائے ۔ کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نماز و روزہ میں کوتاہی کی ، پھر لرجل من انصار

کا کیا مقام ہو گا۔ الجواب۔ حبیبہ و قلاب وغیرہ کا عدم وجدان کتب تواریخ میں مستلزم لعدم الوجود نہیں ہے۔ کیونکہ تمام کتب تاریخ و کتب رجال کا ذخیرہ نہ تو کسی کے پاس موجود ہوتا ہے اور نہ ہی کسی نے تمام کتابوں کا مطالعہ کیا ہے ورنہ پھر ضرور مِل جائے گا۔ اور اس میں صراحتاً صحابی کا ذکر نہیں ہے۔ کہ اُن سے نماز و روزہ میں کوتاہی ہوئی تھی۔ بلکہ لو جل مِّن قبیلۃ الانصار کا لفظ ذکر ہے۔ تو اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ نہ صحابی ہو اور نہ انصاری ہو۔ بلکہ ایک شخص مسلمان جو قبیلہ انصار میں رہتا تھا

چوتھا اعتراض:۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری ایام خلافت میں سرکاری طور پر قرآن کریم کتابی شکل میں یکجا جمع تھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وَمَالِیَ سے الیٰ عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ تک جزء کا دوران کیا تمام قرآن مجید کا دوران نہ کیا۔

الجواب:۔ اس جزء کے پھیرنے سے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ قرآن مجید یکجا جمع نہیں ہوا تھا۔ بلکہ جمع ہوا تھا۔ لیکن چھپا نہ تھا۔ حتیٰ کہ ہر ایک کو ملا تھا۔ یا اس اسقاط میں یہ جزء موجود تھا۔ سارا قرآن موجود نہ تھا۔ اس لئے اس جزء کا دوران کیا گیا:۔

پانچواں اعتراض؛ اگر اس حیلہ کی اصل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی اور یہ حیلہ عہد عثمانی وغیرہ میں مشہور ہو گیا تھا۔ تو محدثین نے کتابوں میں کیوں نہیں لکھا؟

الجواب:۔ بعض محدثین کو پہنچا ہو گا لیکن انہوں نے شاید اپنی کتابوں میں اس واسطے درج نہ کیا ہو۔ کہ اُن کی شروط کے موافق نہ ہو گا۔ کیونکہ ہر ایک کی اپنی کتاب میں علٰحدہ علٰحدہ شروط ہیں۔ اگر ایک بات صحیح بھی ہو لیکن مصنّف کے

شروط کے موافق نہ ہو تو اُسے نہیں لکھتے ۔ اور بعض محدثین کو بالکل پہنچا ہی نہ ہوگا

چھٹا اعتراض : اوجد دوران القرآن ۔ اس کے جعلی ہونے کا قرینہ ہے یہ کوئی سائنس وغیرہ کا ایجاد تو نہیں تھا ۔ کہ یہ لفظ کہا گیا ۔ امر یا عکم عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ الفاظ ترک کر دیئے گئے ۔ کیوں !

الجواب : عربی ایک وسیع زبان ہے اس میں ہر طرح کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں اس میں کچھ مضائقہ نہیں ۔ کہ اوجد ہو یا دوسرا لفظ ہو ۔ بلکہ اگر ایسی ہی تنگ نظری سے کام لیا جائے تو پھر تو بہت سے ذخیرہ احادیث و مسائل فقہ بیکار ہو جانے کا خطرہ ہے ۔ ہم نے سند سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ پر کچھ گفتگو کی کیونکہ فریق مخالف اس پر زیادہ زور دیتے ہیں ۔ اب ہم علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ حقیقت پیش کرتے ہیں ۔ حضرت امام واقدی کی توثیق و تضعیف میں اگرچہ اختلاف ہے مگر صحیح توثیق ہے ۔ چنانچہ ابراہیم حربی ۔ ابو یحیٰ ازہری ۔ یزید بن ہارون ۔ ابو عبید القاسم بن سلام مصعب زبیری ۔ ابو بکر صفانی ۔ ابو بکر ابن العربی حافظ ابن جوزی ۔ علامہ دراوردی مجاہد بن موسیٰ ۔ عباس عنبری ۔ محدث ذہلی ۔ ابو بکر بن شیبہ ۔ یہ تمام واقدی کے توثیق پر قائل ہیں ۔ چنانچہ برائے تسکین قلب چند احناف کے اقوال نقل کرتا ہوں ۔ ملاحظہ فرمائے ۔ شیخ الاحناف محقق علی الاطلاق امام ابن الہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء میں فرماتے ہیں عن الواقدی قال کانت بیر بضاعۃ طریقاً للماء الی البساتین و ھذا تقوم بہ الحجۃ عندنا اذا وثقنا الواقدی اما عند المخالف فلا لتضعیفہ ایاہ ۔ فتح القدیر ص۵۳ ج۱

ترجمہ ۔ یعنی شیخ واقدی " سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ بیر بضاعۃ باغوں کی طرف پانی کا ایک راستہ تھا ۔ اس سے ہمارے نزدیک دلیل قائم ہوتی ہے

جب کہ ہم نے واقدی کی توثیق کی چونکہ مخالف انہیں ضعیف کہتے ہیں پس ان کے نزدیک دلیل ثابت نہ ہوگی۔ حضرت علامہ ابراہیم حلبی مصری شرح منیۃ المصلّی میں لکھتے ہیں۔ والصحیح فی الواقدی التوثیق الخ فصلٌ فی احکام الحیاض ص۹۳ کبیری۔

مصنّف بحرالرائق لکھتے ہیں۔ فی ترجیح قول الواقدی ما ذکرہ اثبات وما نقل ابوداؤد عن البستانی نفی والاثبات مقدم علی النفی الخ

یعنی واقدی" کے قول کی ترجیح کے سلسلے میں جو کچھ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا وہ مرتبہ اثبات میں ہے اور جو کچھ ابوداؤد نے بستانی سے نقل کیا وہ نفی ہے اور اثبات نفی پر مقدم ہے" لہٰذا اس قاعدہ کے رو سے قول واقدی راجح ہے" اور مولانا حافظ محمد یوسف امیر جماعت تبلیغی امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ پر تفصیلاً بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الواقدی وان اختلف المحدّثون فی جرحہ وتعدیلہ لکنہ رأس فی المغازی والسّیر والاخبار والحوادث الکائنۃ فی وقت النّبی صلّی اللہ علیہ وسلّم وبعد وفاتہ وھو من اھل المدینۃ فلا شک انہ اعلم بحالھما الخ امانی الاحبار فی شرح معانی الآثار۔

ترجمہ واقدی کے متعلق اگرچہ محدثین مختلف خیالات رکھتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ موصوف مغازی۔ سیر۔ اخبارات اور حوادثات میں "جو حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دور مبارک اور آپ کے وصال شریف کے بعد پیدا ہوئے" بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں اور اہل مدینہ میں سے ہونے کی وجہ سے حالات مدینہ منوّرہ کو خوب جانتے ہیں اور آخر میں امام العصر صدر مدرس دیوبند شیخ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا عبارت پیش کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیے۔ فائدۃ مھمّۃ

واعلم انہم تکلّموا فی الواقدی وامرہ عندی انہ حاطب لیل یجمع بین رجل وخیل فیاتی بکلّ رطب ویابس صحیح وسقیم ولیس بکذب وھو متقدم عن احمد واکبر منہ سنًّا۔ ولکنّہ اضاعہ فقدان الرّفقۃ وقلّۃ ناصریہ فتکلّم فیہ من شاء واما الدّارقطنیؒ فانہ وان اتی بکلّ نحو من الحدیث لکنّہ شافعی المذھب فکثرت حماتہ فاشتہر اشتہار الشمس فی رابعۃ النّہار وبقی الواقدیؒ مجروحًا لایذب عنہ احد فذٰلک عندی من امر الواقدی امّا جمعہ بین الضّعاف والصّحاح فذٰلک امر لم ینفرد بہ ھو بل فعلہ اٰخرون ایضًا الخ فیض الباری شرح صحیح البخاری ۱۳۶

ترجمہ: ایک اہم فائدہ۔ سمجھو کہ لوگوں نے علامہ واقدی کے متعلق باتیں کی ہیں میرے رائے ان کے متعلق یہ ہے۔ کہ وہ صحیح وضعیف احادیث نقل کرتے ہیں لیکن کذاب (یعنی دروغ گو) نہیں ہے۔ وہ امام احمد سے زمانہ کے لحاظ سے مقدم ہے اور عمر کے لحاظ سے بھی بڑا ہے۔ اور امام دارِقطنی نے اگرچہ ہر قسم کے احادیث یعنی صحیح وضعیف نقل کئے ہیں۔ لیکن وہ شافعی المذہب تھے ان کے حامی و مددگار بہت تھے تو سورج کے طرح مشہور ہوا۔ اور علامہ واقدی کے ساتھی نہ تھے۔ اور ان کے مددگار کم تھے۔ اور جیسی مرضی تھی ان کے متعلق لوگوں نے باتیں کی۔ اِسی وجہ سے واقدی مجروح رہ گیا۔ کوئی ان سے مدافعت نہ کرتے تھے۔ بس یہ ہے میرے رائے علامہ واقدی کے متعلق ہر کہ جمع کرنا بین حدیث ضعیف وصحیح یہ ایسا امر ہے کہ اس میں علامہ واقدی متفرد (یعنی اکیلا) ہے نہیں دیگر محدثین نے بھی اس طرح نقل کئے ہیں (یعنی کیوں اس وجہ سے اکیلا ان کو مجروح وداغدار کیا جاتا ہے) الحاصل صاحب فتوح محمد بن عمر واقدی کے

توثیق کے بارے میں آپ نے عبارت ملاحظہ کئے اگر بالفرض از روئے حدیث
ان کو ضعیف بھی تسلیم کیا جائے۔ تو از روئے تاریخ قوی ہے۔ لہٰذا ہمارے لئے
نقل فقہاء کرام جس کا بیان پہلے مفصّل گزر چکا ہے۔ برائے جوازِ حیلہ اسقاط
کافی ہے۔ تو پھر یہ تاریخی حیثیت کے لحاظ سے ہمارے لئے مؤید بھی ہوتا ہے۔
حالانکہ توسّل بالقرآن حدیث سے ثابت ہے اور قرآن مجید کی جتنی مالیت
باعتبار کاغذ و طباعت مال متقوم ہونے کی وجہ اتنی مقدار فدیہ دینے میں
بھی ادا ہوتا ہے۔

حیلہ اسقاط پر اعتراضات اور انکے جوابات

اس مسئلہ پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تو کوئی معقول
اعتراضات نہیں ہیں لیکن اس طرح بعض مسلمانوں کے قلوب میں شبہات پیدا
ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہم ان کے جوابات دیتے ہیں۔

اعتراض نمبر۱ : حیلہ اسقاط سے لوگ بے نمازی بن جائیں گے۔ کیونکہ
جب ان کو معلوم ہو گیا۔ کہ ہمارے بعد ہمارے نمازوں کا اسقاط ممکن ہے
تو پھر نماز پڑھنے کی زحمت کیوں گوارہ کریں گے۔ اس لئے یہ بند ہونا چاہیئے۔

جواب : یہ اعتراض تو ایسا ہے جیسا کہ بعض آریوں نے اسلام پر اعتراض
کیا ہے۔ کہ مسئلہ زکوٰۃ سے مسلمانوں میں بیکاری پیدا ہو جاتی ہے۔ اور مسئلہ
توبہ سے آدمی گناہ کرنے پر دلیر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب غریب کو معلوم ہے۔ کہ
مجھے زکوٰۃ کا مال بغیر محنت کئے ملے گا۔ تو کیوں محنت کرے۔ اسی طرح جب
کہ آدمی کو معلوم ہو گیا کہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ تو خوب گناہ کریگا
جیسے یہ اعتراض محض لغو ہے۔ اسی طرح یہ اعتراض بھی فضول ہے۔ کہ
جو شخص فدیہ نماز پر دلیر ہو کر نماز کو ضروری نہ سمجھے وہ کافر ہو گیا۔ اور یہ مال

نماز کا فدیہ ہے نہ کہ کفر کا۔ اگر کوئی شخص مسئلہ صحیحہ کو غلط استعمال کرے تو غلطی استعمال کرنے والے کی ہے نہ کہ مسئلہ کی۔ نیز یہ مسئلہ اسقاط صدہا سال سے مسلمانوں میں مشہور رہے۔ لیکن آج تک ہمیں تو کوئی بھی مسلمان ایسا نہ ملا جو اس اسقاط کی بناء پر نماز سے بے پرواہ ہو گیا ہو۔

اعتراض دوئم: کچھ بنی اسرائیلیوں نے حیلہ کر کے مچھلی کا شکار کیا تھا جس سے اُن پر عذاب الٰہی آگیا۔ اور وہ بندر بنا دیئے گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کُوْنُوْا قِرَدَۃً خَاسِئِیْنَ۔ تو معلوم ہوا کہ حیلہ سخت گناہ ہے۔ اور عذاب الٰہی کا باعث ہے۔

الجواب: حیلہ کا حرام ہونا بھی بنی اسرائیلیوں پر عذاب جیسے کہ بہت سے گوشت اُن پر حرام تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امت پر جائز حیلوں کا حلال ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے مثلاً کسی جگہ مسجد بن رہی ہے روپیہ کی ضرورت ہے۔ زکوٰۃ کا پیسہ اُس میں نہیں لگ سکتا۔ کسی فقیر کو زکوٰۃ دی۔ اُس نے مالک ہو کر اپنی طرف سے مسجد پر خرچ کر دیا۔ یا دوسرے کو دے دیا۔ اس طرح حیلے جائز ہیں۔ اور نیز بنی اسرائیل نے حرام کا ارتکاب کیا۔ یعنی یوم السبت میں مچھلی کا شکار کیا۔ یا حرام کو حلال کرنے کا حیلہ کیا کہ ہفتہ کے دن مچھلیوں کو بند کیا پھر اتوار کے دن نکال لیا۔ جیسا کہ تفسیر زاد المیسر میں

حاشیہ۔ نوٹ۔ یہ اعتراض تو بالکل اس طرح ہے کہ جیسے ایک آدمی کے پاس ہتھیار ہے وہ اُس کو اپنی جان و مال کی حفاظت کے لئے رکھ رہا ہے لیکن دوسرا آدمی اعتراض کرنا شروع کر دے کہ بھئی ہتھیار کیوں رکھ رہے ہو۔ اس سے تو تم ڈاکے ڈالو گے ناحق خون کرو گے۔ اللہ تیرا بھلا کرے جب وہ اپنے ہتھیار کو منہی کام کے لئے استعمال کرے تب اس کے لئے ٹھیک نہیں۔ نہ کہ جو بیچارہ جائز کام کے لئے رکھے اُس کو بھی پہلے ہی مورد الزام ٹھہرائے

لکھا ہے۔ وفی صفۃ اعتدائھم فی السبت قولان احدھما انھم اخذوا
الحیتان یوم السبت قالہ الحسن ومقاتل۔ والثانی انھم جبسوھا یوم
السبت واخذ وھا یوم الاحد وذلک الخ ص ۹۴/۱
ترجمہ: اور اُن کے تجاوز یوم السبت میں دو قول ہیں حسن ومقاتل کا قول
یہ ہے۔ کے وہ سنیچر کے دن مچھلیوں کو پکڑتے تھے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ
سنیچر کے دن مچھلیاں بند کرتے تھے اور اتوار کو پکڑتے تھے۔ اور ایسے حیلے
تو اب بھی منع ہیں۔ جیسا کہ ہم آپکو بیان کیا۔ کہ برائے ابطال حق غیر یا اس میں
شبہہ ڈالنا یا تحلیل حرام کے لئے حیلہ کرنا مکروہ وممنوع ہے۔ اور وہ حیلہ جو
حرام سے بچنے کے لئے کیا جائے یا حلال کو وصول کرنے کے لئے کیا جائے
جائز ہیں۔ جیسا کہ اشباہ ونظائر ومبسوط السرخسی وعالمگیری کے عبارات
میں واضح ہو چکا ہے۔ لہذا حیلہ اسقاط جائز حیلوں سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ
یہ تکثیر مال کے لئے حیلہ ہے۔ اور خدائے قدوس کی رحمتیں بھی حیلہ ہی سے آتی
ہیں "رحمت حق بہانہ می طلبد رحمت حق بہا نمی طلبد۔ یعنی خدا کی رحمت قیمت نہیں
مانگتی خدا کی رحمت بہانہ چاہتی ہے۔

اعتراض سوئم: بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ حیلہ اسقاط قبیح ہے کیونکہ اس میں
بار بار ھبہ دے کر رجوع کرتے ہیں اور رجوع فی الھبۃ قبیح ہے تو حیلہ اسقاط بھی
قبیح ہے تو اسے ترک کرنا چاہئے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس لنا مثل السوء العائد
فی ھبتہ کالکلب یقیئ ثم یعود فی قیئہ۔

جواب: پہلے معنی رجوع فی الھبۃ سمجھنا ضروری ہے۔ رجوع فی الھبۃ اسے
کہتے ہیں۔ کہ ایک آدمی دوسرے شخص کو کوئی چیز بطور ھبہ دیدے پھر واھب

اُس میں رجوع کرے یعنی لفظ سے رجوع کرے کہ چیز مجھے دیدو۔ یا واپس کرو
مثلاً یا فعل سے رجوع ہو کہ وہ چیز اُس سے واپس لے لے۔ تو اُسے کہتے ہیں
رجوع فی الھبۃ اگر موہوب لہ یعنی جسے ہبہ دیا گیا ہو اُس نے اپنی طرف
بطیب قلب بغیر مطالبہ منہ واہب کو چیز واپس کیا۔ تو یہ رجوع نہیں ہے
کیونکہ رجوع راجع کی صفت ہے اور راجع واہب ہو سکتا ہے۔ نہ کہ موہوب لہٗ
یعنی رجوع اُس وقت متحقق ہوتا ہے جب کہ واہب کا مطالبہ ہو۔ اگر موہوب لہٗ
نے بغیر مطالبہ دیا تو اُسے رجوع نہیں کہتے ہیں بلکہ ہبہ جدید ہو گیا۔ لہذا
اس مروجہ حیلہ میں اولاً ولی میت ایک شخص جو اسقاط کے امر خوب جانتا
ہو اُسے مال ہبہ کریں اور اُسے اس کام پر وکیل بنا دے۔ پھر وہ شخص اس
مال (اسقاط) پر الفاظ اسقاط پڑھ کر دوسرے شخص کو ہبہ دیتے ہیں وہ
تیسرے شخص کو وہ چوتھے کو حتیٰ الی آخرہٖ ایک دوسرے کو ہبہ کرتے ہیں۔ اور
آخر میں یہ مال اسقاط باندھنے والے کو موصول ہو جائے بغیر رجوع و مطالبہ
پھر چند بار اس طرح گھمایا کرے کہ یہ عمل اسقاط ختم ہو جائے۔ پھر یہ مال
ولی میت کو بغیر رجوع و مطالبہ منہ بطور ہبہ دیدیں۔ تو مثل سوء میں اصلاً
داخل نہ ہوا۔ جیسا کہ منحۃ الخالق میں لکھا ہے۔ ثمّ یھبونہ المال فیأ
خذ صاحبہ الخ یعنی الحاصل اس حیلہ اسقاط میں رجوع فی الھبۃ بالکل ہے
ہی نہیں۔ حتی کہ اعتراض وارد ہو جائے۔ بلکہ ہمارے مذہب میں رجوع فی
الھبۃ جائز ہے۔ اگرچہ مکروہ ہے۔ جب کہ ہبہ غیر ذی رحم محرم
کو دیا ہو۔ چنانچہ موطاء امام محمدؒ رحمۃ اللہ علیہ میں ایک حدیث بیان کرتے
ہیں۔ اس کے تحت لکھتے ہیں۔ قال محمد (رحمہ اللہ تعالیٰ) وبھذا
نأخذ من وھب ھبۃ لذی رحم محرم او علیٰ وجہ صدقۃ فقبضھا

الموهوب لهٗ فليس للواهب ان يرجع فيها۔ ومن وهب هبة لغير ذی
رحم ومحرمٍ وقبضها فله ان يرجع فيها ان لم يُثَبْ منها او يزد خيرًا
فی يده او يخرج من ملكه الى ملكٍ غيره وهو قول ابی حنيفة رحمه الله تعالٰی
والعامة من فقهائنا " موطاء امام محمد رحمه الله تعالٰی ۳۲۹ باب
الهبة والصدقة "

مَوَانِعِ رُجُوْعٍ فِی الْهِبَةِ اَشْيَاءٌ يَجْمَعُهَا هٰذِهِ الْحُرُوْفُ

ومانع عن الرجوع فی الهبة يا صاحبی حروف دمع خزقة یہ ہمارے
مذہب میں رجوع فی الهبة کے لئے چند موانع ہیں اگر یہ موانع موجود ہوں تو رجوع
صحیح نہیں ہے۔ اگر غیر موجود ہوں تو رجوع صحیح ہے۔

① الدال عبارة عن الزيادة المتصلة كالغرس والبناء والسمن
② والميم عبارة عن موت احد المتعاقدين
③ والعين عبارة عن العوض
④ والخاء عبارة عن خروج الهبة عن ملك الموهوب لهٗ
⑤ والزاء عبارة عن الزوجية ای اذا وهب لزوجته ثم ابانها ليس
له الرجوع فی الهبة۔
⑥ والقاف عبارة عن القرابة فلو وهب لذی رحم محرم منه لا يرجع
⑦ والهاء عبارة عن هلاك العين الموهوبة۔ فانه مانع من الرجوع
وانما يصح الرجوع بتراضيهما او بحكم الحاكم۔

هذه الكل من تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق كتاب الهبة
یہ دونوں عبارات برائے تسہیل طلباء نقل کئے ورنہ کوئی خاص ضرورت نہیں تھی

اعتراض چہارم: اس طرح حیلہ اسقاط کرنے پر دفن میں تاخیر ہوتی ہے اور یہ تاخیر مکروہ ہے۔ لہذا حیلہ اسقاط نہیں کرنا چاہیئے۔

الجواب: تاخیر مکروہ ہے لیکن جو دنیاوی کام کے لئے ہو اگر دینی وجہ سے دفن میں تاخیر کی جائے تو یہ تاخیر تاخیر نہیں حقیقۃً۔ کیونکہ اس حیلہ میں فراغت ذمۃ المیت عن ما وجب ہوتی ہے۔ یعنی اس بات کی اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے معاف کریں اِس حیلہ کے ذریعہ سے اور یہ اللہ تعالیٰ کے شان سے بعید نہیں۔ بلکہ مجموعہ رسائل میں لکھا ہے۔ وینبغی ان یفدی قبل الدفن و ان جاز بعدہٗ۔ ترجمہ مناسب ہے کہ فدیہ دفن سے پہلے دیا جائے اگرچہ دفن کے بعد بھی جائز ہے۔

اعتراض پنجم: نبیؐ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس حیلہ اسقاط کا امر نہیں کیا ہے۔ لہذا اسے ترک کرنا واجب ہے۔

الجواب: اگرچہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے امر نہیں کیا ہے لیکن حیلہ اسقاط سے منع بھی نہیں کیا ہے۔ اور کسی چیز کا ترک کرنا نہی پر موقوف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَہٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَہُوْا: ترجمہ: جس چیز کا نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے امر کیا ہو۔ اس پر عمل کرو۔ اور جس سے منع کیا ہو اُس سے باز آؤ۔

علامہ الوسی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں اس ایت کے تحت لکھتے ہیں۔ واستنبط من ھذہ الآیۃ انّ وجوب الترک یتوقّف علی تحقق النّھی ولا یکفی فیہ عدم الامر فما لم یتعرض لہ امرًا ولا نہیًا لا یجب ترکہ ۱۲ روح المعانی ۲۸ ص اس ایت سے یہ مستنبط ہوا کہ وجوب بترک نہی صریح کے وجود پر موقوف ہے۔ یعنی امر کا نہ موجود ہونا کافی نہیں ہے۔ چنانچہ جس چیز

کے لئے نہ امر متعرض ہو نہ نہی. تو اُسے ترک کرنا واجب نہیں ہے۔ انتہیٰ ۱

الحاصِل جب یہ معلوم ہوا۔ کہ ایسی چیز کو ترک کرنا واجب نہیں ہے۔ تو یہ بالضّرور معلوم ہُوا۔ کہ اس پر عمل کرنا جائز ہوگا۔ تو لہٰذا اگر حیلہ اسقاط میں صریح امر نہیں ہے۔ تو نہی بھی نہیں ہے۔ اس لئے اس کا کرنا جائز ہے۔ اور کسی چیز کو اپنے رائے سے بدعتِ سیّئہ کہنا یعنی بغیر دلیل شرعی اُسے بُرا سمجھنا بہت بڑا گناہ و جرم ہے ایک شاعر نے کیا سچ کہا ہے۔

؎ غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر ○ دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

فھم ینکرون مالم ینکر ۱۲

اعتراضِ ششم :- اس حیلہ اسقاط کے مجوّزین کے پاس نہ تو آیت ہے اور نہ ہی حدیث ہے، بلکہ صرف فقہی عبارات پیش کرتے ہیں۔ اور حالانکہ وہ ایسے فقہاء کرام ہیں۔ کہ نہ تو مجتہدین ہیں۔ نہ اصحاب التخریج ہیں۔ بلکہ مقلدین محض ہیں۔ لہٰذا یہ حیلہ اسقاط بدعت ہے۔

الجواب :- بدعت کے معنی یہ ہے۔ کہ وہ قرآن و حدیث کا مخالف و مغیر ہو چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث "من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو ردٌ" کی تفصیل میں فرماتے ہیں۔ یعنی احداث کردچیزے کہ نیست درکتاب وسنّت نہ صریحًا و نہ مستنبط از وے و نہ حکم کرد بصحّت وے کتاب پس شامل شد اجماع و قیاس را ومراد چیزے است کہ مخالف و مغیر آن باشد۔ ترجمہ۔ یعنی بدعت اس چیز کو کہتے ہیں کہ کتاب اللہ و سنّت نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم میں نہ صریحًا و نہ مستنبطًا موجود ہو اور اس سے وہ چیز مراد ہے جو کہ قرآن و حدیث کا مخالف و مغیر ہو۔ تو بدعت کی معنی یہ ہوئی کہ اس کے لئے دین میں اصل نہ ہو۔ نہ صراحتًا

ے لا یجب ترک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسکا ترک کرنا بھی جائز ہے۔ لیکن اب حیلہ اسقاط کا کرنا نہ کرنے سے بہتر ہے کیونکہ میت کے لئے نافع و مفید ہے۔

و نہ اشارۃً ۔ بلکہ قرآن و حدیث کا مخالف ہو ۔ اور حالانکہ کتاب اللہ میں تمام اقسام شامل ہیں ۔ یعنی عام و خاص و دلالۃ النّص و عبارۃ النّص و اقتضاء النّص و اشارۃ النّص وغیرہ اقسام کتاب اللہ ۔ اور اسی طرح سنّت میں حدیث متواتر و مشہور و خبر واحد اور اسی طرح حدیث قولی و حدیث فعلی و حدیث تقریری سب شامل ہیں ۔ یعنی بدعت وہ چیز کہ اس کا ثبوت نہ تو اقسام کتاب اللہ سے ملے اور نہ ہی اقسام حدیث سے ۔

حدیقہ شرح طریقہ محمدّیہ میں لکھتے ہیں ۔ والبدعۃ مالم یثبت من الشارع لا قولاً و لا فعلاً و لا صریحاً و لا اشارۃً ص۹۶ اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ والماخوذ من الادلۃ الشرعیۃ لیس ببدعۃ ۱۲ حدیقہ ص۹۷

ترجمہ :۔ بدعت وہ چیز ہے ، کہ اس کا ثبوت شارع سے نہ قول سے ہو نہ فعل سے اور نہ صریحاً اور نہ اشارۃً ہو ۔ اور جو چیز ادلۂ شرعیہ سے اخذ کیا گیا ہو وہ بدعت نہیں ہے ۔

اور فقہی مسئلہ میں قاعدہ ایسا ہے ۔ کہ اگر مقلّد نے مجتہد سے نقل کیا ہو مسئلہ میں ۔ تو ہمیں اس کی اتباع لازم ہے ۔ اگر مقلّد نے خود اپنی طرف سے یا دوسرے مقلّد سے نقل کیا ہو ۔ اگر اس نے دلیل شرعی بیان کیا ہو تو اس میں کچھ کلام نہیں ۔ اگر بیان نہیں کیا ہو تو مقلّد کے کلام کو نظر کیا جائے ۔ اگر اصول و کتب معتبرہ کے موافق ہو تو اُن پر عمل کرنا جائز ہے ۔ اگر ان سے مخالف ہو تو عمل کرنا مقلّد کے کلام پر جائز نہیں ۔ چنانچہ جب ہم دیکھ چکے ہیں ۔ کہ یہ حیلہ اسقاط نہ تو قرآن و حدیث سے مخالف ہے اور نہ ہی کتب معتبرہ سے مخالف ہے بلکہ اُن کے موافق ہے تو لہٰذا بدعت نہیں ہے ۔

بلکہ جن حضرات نے ہمیں یہ حیلہ نقل کیا ہے ان میں سے ایک عمدۃ المتأخرین

علامہ ابن عابدین المعروف بالشامی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں ۔ حالانکہ وہ خود مجموعۃ رسائل م ۱۷۹ میں لکھتے ہیں کہ مقلّد کا کلام بغیر دلیل شرعی قبول نہیں ہے ۔

جب شامی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ مقلّد کا کلام بغیر دلیل شرعی حجّت نہیں ہے ۔ اور یہ صاحب خود بھی مقلّد ہیں مع ہذا پھر حیلہ اسقاط کے متعلق مستقل تالیف کرتے ہیں ، جس کا نام "منۃ الجلیل لبیان ما علی الذّمۃ من کثیر وقلیل" رکھا ہے ۔ تو اس سے صراحتاً یہ حقیقت کھل جاتی ہے ۔ کہ انہوں نے ضرور اس حیلہ اسقاط کے لئے اوّلاً ایک دلیل شرعی پایا ہو یا دلائل شرعیہ سے اُسے اخذ کیا ہو ۔ پھر ہمیں نقل کیا ہو ۔ حالانکہ فقہ ثمرۂ احادیث ہے

چنانچہ اسی صاحب نے منحۃ الخالق میں اور اسی طرح علامہ طحطاویؒ نے طحطاوین میں اور صاحب درمنتقیٰ وعلامہ شرنبلالی وغیرہ فقہاءِ کرام ہمیں یہ حیلہ نقل کیا ہے ۔ اگرچہ یہ اصحاب مجتہدین نہیں ہے ۔ لیکن مجتہدین کے زیادہ تابعین تھے ۔ ان سے مخالفت نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی کتابیں اُن کی تائید میں لکھی ہیں ۔ اور انہوں نے اپنے نفوس اپنے مذہب کے تحریر وتقریر کے لئے وقف کئے ہیں ۔ تو انہی حضرات پر یہ گمان نہ کیا جائے ۔ کہ انہوں نے ہمیں اپنی کتابوں میں اپنے رائے سے مسئلے نقل کئے ہیں ۔

فانّ مثل ھؤلاءِ الفقہاءِ النّاصرین للاسلام حاشاھم ان ینقل الینا شیئًا من غیر تثبت ولا روایۃ وبغیر دلیل شرعی لانّھم اُمناء الشرعیۃ الطاھرۃ ولا یظنّ بھم اَنّھم عدلوا عن طریق الحقّ الی الباطل ۔

ترجمہ ۔ کیونکہ اس طرح فقہاء کرام جو اِسلام کے مدد کرنے والے ہیں وہ اُن (باتوں) سے مبرّاء وبیزار ہیں کہ ہمیں کوئی چیز نقل کرے بغیر ثبوت وبغیر دلیل

شرعی کے۔ کیونکہ یہ حضرات شریعت طاہرہ کے امینوں میں سے ہیں اور ان حضرات پر یہ گمان نہ کیا جائے کہ ان حضرات نے راہ حق سے باطل کی طرف عدول کیا ہو۔

تو اس سے یہ معلوم ہوا۔ کہ مطلقاً بدعت نہ حرام ہے اور نہ ہی ضلالت ہے بلکہ مراد من حدیث "کُلّ بدعة ضلالة" سے بدعت سیئۃ ہے۔ نہ کہ حسنہ۔ کیونکہ ایک حدیث پاک میں آیا ہے۔ کہ مَنْ سَنّ سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها۔ ترجمہ۔ یعنی جو کوئی شخص ایک اچھا طریقہ دین میں چلائے تو اُسے اس کا اجر ملتا ہے اور جو لوگ اس طریقہ پر عمل کرتے ہیں اُسے ان لوگوں کا اجر بھی ملتا ہے ۱۲ انتہیٰ ا

اور یہ حدیث حقیقتاً صحیح ہے۔ کیونکہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد پیدا ہوئی ہیں۔ حالانکہ علماءِ کرام ان چیزوں کو مستحسن و نیک قرار دیتے ہیں، منجملہ ازین تلفظ بالنیّۃ ہے۔ نماز کے لئے، کہ فقہاء کرام اسے مستحسن کہتے ہیں مع ذٰلک تلفظ بالنیّۃ یعنی کہ میں نیت کرتا ہوں کہ مثلاً دو رکعت نماز یا چار رکعت اس حاضر وقت میں ادا کرتا ہوں، الخ نہ نبیّ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے منقول ہے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ نے کیا ہے اور نہ تابعین نے کیا ہے۔ بلکہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس شخص سے یہ سنتے تھے اس سے انکار کرتے تھے۔ لیکن تمام فقہاء کرام نے زبان سے نیّت کو مستحبّ لکھا ہے اور معمول بہ ہے اور اسی طرح تشویب قرون اولیٰ میں بدعت تھی۔ جیسا کہ روایت ہے۔ کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو کسی نے تشویب کیا۔ تو انہوں نے اپنے شاگرد سے فرمایا کہ یہ متبدع مسجد سے نکال دو، مع ذٰلک متاخّرین علماءِ کرام تشویب کو مستحسن

کہتے ہیں : لظہور التوانی فی احکام الشرعیۃِ "

اعتراضِ ھفتم :- اس حیلہ اسقاط میں بعض دفعہ اغنیاء بھی بیٹھتے ہیں، حالانکہ غنی فدیہ کا مصرف نہیں ۔ تو لہٰذا یہ حیلہ صحیح نہیں ہے ۔

الجوَاب :- اول مناسب یہی طریقہ ہے کہ اس میں غنی موجود نہ ہو ۔ بلکہ تمام فقراء ہوں ۔ البتہ اگر دائرہ میں فقراء و اغنیاء دونوں بیٹھے ہوں ۔ تو غنی کا قبض وقبول فدیہ میں کالعدم ہوگا کیونکہ غنی اسکا مستحق نہیں ہے ، بلکہ غنی پر صدقہ نفلی ہو جائے گا حالانکہ صدقہ نفلی کے متعلق علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت گزری ہے ۔ کہ الصَّدقۃ النّفلیۃ ممحاۃ لکثیرٍ مِنَ الذنوب المدخلۃ النّار ۔ اور فقراء کے قبض وقبول سے فدیہ ادا ہوگا ۔ ایسا نہیں کہ وجود غنی سے فقیروں کا قبض درست نہ ہوا بلکہ اس کے لئے احادیث میں ایک نظیر بھی ملتا ہے ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ایک حدیث میں جس کا آخری حصہ یہ ہے ۔

ودخل رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم والبرمۃ تفور بلحمٍ فقرب الیہ خبز وادام من اُدم البیت فقال لم ار برمۃ فیھا لحم قالوُا بلیٰ ولکن ذٰلک لحم تصدّق بہ علیٰ بریرۃ وانت لاتأکل الصّدقۃ قال ھو علیھا صدقۃٌ ولنا ھدیۃٌ ۔ متّفق علیہ مشکوٰۃ باب من لاتحلّ لہ الصّدقۃ ۔

ترجمہ ، نبیؐ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم گھر میں داخل ہوئے اور ہانڈی یعنی دیگچی میں گوشت پک رہا تھا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو گھر کا سالن و روٹی سامنے رکھا گیا ۔ تو نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہا کہ آیا اس دیگچی میں گوشت نہیں پک رہا ہے ۔ گھر والوں نے کہا کہ ہاں پک رہا ہے ۔ لیکن

ع اس کے مانند ایک فتویٰ نمبر ۳۴۲۶ مفتی محمد فرید دارالعلوم حقانیہ کا حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب کے ساتھ موجود ہے ، تاریخ اجراء ۲۶-۳-۱۳

یہ گوشت بریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو صدقہ ملا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدقہ یعنی زکوٰۃ کا گوشت نہیں کھاتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ بریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر صدقہ ہے۔ اور ہمارے لئے ہدیہ ہے (مطلب) یہ حدیث اس جہت سے نظیر ہے۔ کہ ایک چیز تھا یعنی گوشت جو بریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر صدقہ یعنی زکوۃ ہو گیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہدیہ ہو گیا۔ تو لہذا یہ مال اسقاط فقیر پر فدیہ ہو گا اور غنی پر صدقہ نفلی ہو جائے گا (نوٹ) بریرۃ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لونڈی کا نام ہے

اعتراض ہشتم :- یہ حیلہ اسقاط اگر مستحسن امر ہے لیکن عوام اسے التزام کے ساتھ ادا کرتے ہیں تو لہذا اگر کوئی چیز نیک بھی ہو لیکن التزام کی وجہ سے بدعت و حرام ہوتی ہے۔ لہذا یہ حیلہ اسقاط نہیں کرنا چاہیئے۔

الجواب :- التزام ممنوع ہے۔ لیکن التزام کے معنی سمجھیں۔ التزام کی معنی ہے کہ ایک چیز کو لازم سمجھے اور اس کا تعلّق اعتقاد سے ہوتا ہے۔ یعنی عقیدے میں اس کی لزوم سمجھے۔ اور تارک پر ملامت ولعن وطعن وعیب لگائے۔ یہ التزام کے معنی ہیں اور جو علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے لکھا ہے۔ کہ " مَن اصرّ علیٰ مندوب ولم یجعله رخصة فقد اصاب منه الشّیطان کا یہی مطلب ہے۔ کہ مندوب چیز پر اصرار کر کے کر اس کو عقیدے میں رخصت نہ سمجھے بلکہ تارک پر ملامت اور لعن وطعن کرے۔ یہ حقیقتاً بری چیز ہے۔ اور ایک نیک ومستحسن چیز پر دوام ہے کہ عقیدے میں لزوم نہ ہو اور تارک پر ملامت بھی نہ ہو یہ دوام ممنوع نہیں بلکہ موجب زیادہ فضیلت وثواب ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ " خَیْرُ العَمَل ما دیم علیهِ " ترجمہ :- بہترین عمل وہ ہے کہ جس پر مداومت کی جائے

اور دوسری روایت ہے کہ "احبّ العمل الی اللہ ادومہ" ترجمہ۔ کہ زیادہ محبوب عمل اللہ تعالیٰ کو وہ ہے کہ جس پر دوام و ہمیشگی ہو۔ اور مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک حدیث نقل فرماتی ہیں انہا قالت کان احبّ العمل الی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم الذی یدوم علیہ صاحبہ۔ ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ زیادہ محبوب عمل رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کو وہ تھا کہ جس پر صاحب عمل مداومت کرتے تھے"۔ جیسا کہ صلحاء قیام تہجد و نوافل و وظائف کی زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔ یہ دوام علی عمل خیر ہے نہ التزام۔ اور اس طرح حیلہ اسقاط پر دوام ہے۔ نہ کہ التزام۔ اور یہ بات ضروری ہے کہ فرق مراتب ضرور کرنا چاہیئے۔ کہ فرض کو فرض سمجھیں اور واجب کو واجب کا درجہ دیدیے اور سنّت کو سنّت۔ نفل کو نفل۔ مباح کو مباح اور مستحسن کو مستحسن۔ ہاں اگر کوئی مثلاً علیٰ سبیل الفرضیۃ التزام کریں۔ تو اس کے یہ معنی نہیں کہ اس حیلہ سے فدیہ ادا نہ ہوگا۔ بلکہ اُس نے حرام کیا لیکن فدیہ ادا ہوتا ہے۔ اسے التزام چھوڑنا چاہیئے۔ کیونکہ اصول کا مسئلہ ہے۔ کہ ان حرمۃ الفعل لا تنافی ترتّب الاحکام کطلاق الحائض والوضوء بالمیاہ المغصوبۃ والاصطیاد بقوس مغصوبۃ والذّبح بسکین مغصوبۃ والصّلوٰۃ فی الارض المغصوبۃ والبیع فی وقت النّداء فانّہ یترتّب الحکم علیٰ ھذہ التصرفات مع اشتمالہما علی الحرمۃ ۱۲ اصول الشاشی ص ۷۹ فصل النہی

ترجمہ: فعل کا حرام ہونا ترتب احکام کے ساتھ منافی نہیں ہے۔ جیسا کہ حائضہ کو طلاق دینا اور وضوء کرنا غصب شدہ پانی پر یا شکار کرنا غصب شدہ کمان پر یا ذبح کرنا غصب شدہ چھری پر یا نماز کرنا غصب شدہ زمین میں یا بیع کرنا جمعہ

کے اذان کے وقت کیونکہ ان سب تصرفات پر حکم نافذ وصحیح ہوتا ہے باوجودیکہ سب حرام ہیں ۱۲

اعتراضِ نہم : اس حیلہ میں اکثر یتیموں کا مال تقسیم ہوتا ہے۔ لہذا یہ باطل ہے تو حیلہ اسقاط بھی باطل۔

الجواب : ہمارے علاقے میں بلکہ اکثر علاقوں میں یہ طریقہ ہے۔ کہ اگر میّت کے بچے یتیم رہ گئے ہوں۔ تو اُن کے لئے حیلہ اسقاط کرتے ہیں پھر تمام دائرے والے ان کو مال بخوشی واپس کر دیتے ہیں۔ یعنی میّت کے لئے برائے فراغت ذمہ یہ حیلہ کرتے ہیں۔ لیکن اُن یتیموں کا مال ہرگز تقسیم نہیں کرتے۔ اگر کسی علاقے میں یتیم کا مال تقسیم ہوتا ہے۔ تو اُن کو مناسب ہے کہ یہ مال تقسیم نہ کریں۔ بلکہ میّت کے لئے حیلہ برائے فراغت ذمہ کریں۔

اعتراض دہم : جو چیز بین سنّت و بدعت دائر ہو جائے اُسے ترک کرنا چاہئے۔ لہذا حیلہ اسقاط بھی ترک کرنا چاہیئے اس قاعدہ سے رو سے

الجواب : یہ قاعدہ مطلقاً نہیں بلکہ اُسی وقت ہے۔ جب کہ احدھُمَا کے لئے مرجح موجود نہ ہو اگر دلیل مرجح موجود ہو۔ تو اس پر عمل کرنا چاہیئے نہ کہ ترک کرنا چاہیئے۔ حدیقہ شرح طریقہ محمدیہ میں لکھتے ہیں۔ " مَن تردد فی کون الشئ بدعة وسنّة یترکهما اذا لم یظهر المرجح لأحد الطرفین " حدیقہ ص ۱۰۴۔ تو لہذا حیلہ اسقاط کے لئے دلیل مرجح موجود ہے۔ کہ اتنی جم غفیر فقہاء سے منقول ہے۔ اور اصول وکتب معتبرہ سے کچھ مخالفت نہیں ۱۲ فتلك العشرة بتلك العشرة۔ اور بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مروجہ طریقہ میں وصیّت کی عادت نہیں تو حیلہ اسقاط میں مال تقسیم

کرتے ہیں۔ حالانکہ بعض ورثاء غائب ہوتے ہیں اور اُن کی رضامندی
نہیں ہوتی ہے۔

جواب یہ ہے۔ کہ رضا دو قسم کی ہے۔ ایک صراحۃً رضا دوسری دلالۃً رضا
اور اس حیلہ میں غائبین کی رضا دلالۃً موجود ہوتی ہے۔ اور یہ کافی ہے
قرینہ اس پر یہ ہے۔ کہ اگر اُن کے ساتھ بعد از حیلہ اسقاط اس بارے
میں گفتگو کریں، تو وہ اس پر راضی اور خوش ہوتے ہیں نہ کہ ناراض۔۱۲

اور بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں، کہ ترك ما تركه النبی صلّی اللہ علیه
وآله وسلّم سنة كما ان فعل ما فعله النبی صلّی اللہ علیه وسلّم
سنة "۔ ترجمہ۔ یعنی جس چیز کو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کیا ہو اسکا کرنا
ہمارے لئے سنّت ہے۔ اس طرح جو چیز انہوں نے چھوڑا ہو اسکا چھوڑنا
بھی سنّت ہے، لہذا حیلہ اسقاط چھوڑنا چاہیئے۔

جواب ۔ اس ترک سے مراد ترک مطلقاً نہیں ہے۔ بلکہ وہ ترک مراد ہے
کہ ایک چیز کے لئے مقتضی و باعث موجود ہو اور کچھ مانع نہ ہو۔ تو نبی کریم
صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُسے ترک کیا ہو۔ تو ہمارے لئے بھی اس چیز کو
ترک کرنا سنّت ہے۔ جیسا کہ اذان برائے عیدین۔ کیونکہ نماز عیدین کیلئے
مقتضیٰ و باعث موجود تھا اور کچھ مانع بھی نہ تھا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلّم نے نماز جمعہ کے لئے اذان پر امر کیا لیکن عیدین پر نہ کیا۔
لہذا ہم بھی عیدین کے لئے اذان نہیں دیں گے۔ اور حیلہ اسقاط کا نبی کریم
صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں کچھ مقتضی و باعث موجود نہ تھا۔ کیونکہ اُس
وقت نماز وغیرہ اوامر کی زیادہ پابندی ہوتی تھی اور ترک و رکن وشرط کا
زیادہ لحاظ رکھتے تھے اس لئے شاید اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم

نے حیلہ اسقاط نہ کیا ہو۔ یا یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ حیلہ اسقاط اس لئے
نہ کیا کہ کہیں اُمت پر سُنت نہ ہو جائے۔ علاوہ ازین حیلہ اسقاط ایصال
ثواب کی ایک مخصوص قسم اور اس شئی کے تمام افراد ممکنہ کا ایک فرد ہے۔
اور کوئی اہل علم یہ نہیں کہہ سکتا کہ عہد اسلاف میں ایصال کا رواج نہ تھا
اگر کوئی ہمت کر کے ایسا کہدیں تو اُن کے لئے راستہ صاف ہو جائے گا۔ کہ
وہ گروہ اعتزال میں شامل ہو سکیں گے۔

الحاصل :۔ آپ حضرات نے نفس حیلہ کے جواز قرآن مجید وحدیث و فقہاء
کرام کی تصریحات کے روشنی میں سُن لئے کہ نفس حیلہ جائز ہے، جس میں کہ
ابطال حق نہ ہو۔ اور تحلیل حرام کے لئے نہ ہو۔ حالانکہ یہ حیلہ اسقاط جائز
حیلوں میں سے ہے۔ جیسا کہ سابقاً مفصل بیان کیا گیا ہے۔
اور فقہاء کرام کے تصریحات بھی پڑھکر اس حیلہ اسقاط کے بارے میں
شکوک کا ازالہ ہو جاتا ہے۔
خصوصاً منحۃ الخالق " بحث کے آخر میں لکھتے ہیں۔ وھذہ حیلۃ شرعیۃ
کہ یہ حیلہ اسقاط شرعی حیلہ ہے۔
اور صاحب روح البیان حنفی لکھتے ہیں۔ ویعمل بالحیل الشرعیۃ
بالاتفاق " : ترجمہ۔ اتفاق علماء کرام اس پر ہے کہ شرعی حیلوں پر عمل
کیا جائے۔ حالانکہ الصواعق الربانیۃ میں صاحب الخلاصۃ و برھنہ و
جامع رموز وارشاد الطالبین سے نقل کرتے ہیں۔ ہر کہ از حیلہ منکر شود
کافر گردد۔ ترجمہ : یعنی جو کوئی حیلہ شرعی سے منکر ہو وہ کافر ہوتا ہے۔
دیکھئے صواعق الربانیۃ ص۴۳ المکتبۃ المحمودیۃ۔ حالانکہ یہ حیلہ قرآن
وحدیث وکتب معتبرہ سے مخالفت نہیں رکھتا ہے۔ بلکہ اس اعتبار سے "

انّ مِن القواعدِ المقرّرة ان للوسائِل حکم المقاصد فوسیلة الطّاعة طاعَة ووسیلة المعصیَة معصیَة ؛ ترجمہ قاعدہ مقرّرہ یہ ہے. کہ وسائِل کے لئے مقاصِد کا حکم ہے ۔ تو معصیت کا وسیلہ و ذریعہ معصیت ہے اور اطاعت کا ذریعہ و وسیلہ طاعت ہے ۔ لہذا یہ حیلہ اسقاط وسیلہ وذریعہ سبب نجات میّت ہے. بلکہ اگر اس تمام کو نظر انداز کرے تو بھی صدقہ نفلی ضرور ہوتا ہے حالانکہ صدقہ نفلی گناہوں کو زائل کرتی ہے . چنانچہ عظة النّساء میں ایک حدیث ہے ،، کہ ۔ انّ النّبی صلّی اللہ علیہ وسلّم وعظهن و امرهن بالصّدقة ،، ترجمہ ۔ نبیّ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عورتوں کو وعظ کیا اور ان کو صدقہ پر امر کیا ۔ تو لفظ بالصّدقہ کے تحت علامّہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں رقمطراز ہیں ،، اي النفليّة لمّا رأ امنّ اکثر اهل النّار لانّها ممحاة لکثیر مِن الذّنوب المدخلة النّار ۱۲ ص ۱۹۰/۱ باب عِظة النّساء قسطلانی

ترجمہ یہ ہے کہ جب نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اکثر عورتوں کو اہل دوزخ دیکھا . تو ان کو صدقہ نفلی پر امر کیا . کیونکہ صدقہ نفلی بہت گناہوں کو محو و زائل کرتی ہے جو کہ سبب دخول جہنّم ہے اور مذہب حنفی عقائِد کی مسلّمہ کتاب شرح عقائِد نسفی میں لکھتے ہیں .

وَفِی دُعاء الاحیاء للأموات وصدقتهم عنهم نفع لهم خلافًا للمعتزلة	زندوں کا مردوں کے لئے دعا کرنا یا صدقہ وخیرات کرنا مردوں کیلئے نفع کا باعِث ہے اور معتزلہ اس کے خِلاف ہیں

عہ قولہٗ صدقہ نفلی اس دور و تصدق مجموعے کا نام ،،

اتّفق اھل السنّۃ علٰی ان الاموات ینتفعون من سعی الاحیاء

امام اجل حضرت علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں اہل سنّت کا اس پر اتفاق ہے کہ مردوں کو زندوں کے عمل سے فائدہ پہنچتا ہے

اور حضرت علامہ علاء الدین علی بن محمد البغدادی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر خازن فرماتے ہیں۔

انّ الصدقۃ عن المیّت تنفع المیّت ویصل ثوابہا وھو اجماع العلماء تفسیر خازن

بیشک میّت کی طرف سے صدقہ دینا میّت کے لئے نافع و مفید ہے اور اس صدقہ کا میّت کو ثواب پہنچتا ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔

اور مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے۔ کہ الصّدقۃ تطفیٔ غضب الرّب، کہ صدقہ غضب الٰہی کو ٹھنڈا کرتا ہے۔

اور شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۱۱ھ شرح صدور میں فرماتے ہیں

واخرج الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سمعت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یقول ما من اھل بیت یموت منھم میّت فیتصدقون عنہ بعد موتہٖ الا اھدا ھا لہ جبرائیل علیہ السلام علٰی طبق من نور

علامہ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے۔ تو اس کے مرجانے کے بعد اس کے گھر والے اس کیلئے صدقہ و خیرات کرتے ہیں۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام اس صدقے وخیرات کو ایک نورانی طبق میں

ثمّ یقف علیٰ شفیر القبر فیقول یا صاحب القبر العمیق هذہ هدیة اهداها الیکَ اهلك. فاقبلها فتدخل علیه فیفرح بها ویستبشرَ ویحزن جیرانه الّذینَ لایهدی الیهم شیءٌ،

شرح الصدور ص ۲۰۸

رکھ کر مرنے والے کی قبر لے جاکر کہتے ہیں کہ اے گہری قبر والے یہ ھدیہ و تحفہ تیرے گھر والوں نے تجھے بھیجا۔ تو اسے قبول کر۔ وہ قبر والا اسے دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے۔ اور دوسروں کو خوشخبری دیتا ہے۔ اُس کے ہمسائے یعنی پڑوسی جنکو اُنکی گھر والوں کیطرف سے کوئی ہدیہ نہیں پہنچا غمگین وافسردہ ہوتے ہیں

جب آپ نے اس حیلہ اسقاط کے متعلق یہ موزوں فقہی گفتگو سُن لی اور یہ بھی سمجھ لیا کہ ہمارے اہل سنّت والجماعت کے نزدیک صدقہ کا ثواب میّت کو پہنچتا ہے۔ اور یہ حیلہ اسقاط صدقہ نفلی سے بالکل خارج نہیں ہوتا۔ حالانکہ صدقہ نفلی ان گناہوں کو محو کرتی ہے، جو کہ سبب دخول نار ہو۔ تو عجیب انصاف ہے۔ کہ حیلہ اسقاط کے رد میں کتنی تصانیف ہوئی ہیں اور کتنی ہوتی ہیں جب کہ اس حیلہ کے مجوّزین یعنی کرنے والے حضرات نہ اس حیلہ کو دین کا لازم جزء قرار دیتے ہیں۔ کہ مثلاً یہ فرض ہے یا واجب یا سنت۔ بلکہ ایک مستحسن بمعنی ما استحسنهٔ الفقهاء والعلماء و نیک امر قرار دیتے ہیں، جو موجب نفع و فائدہ میّت ہے۔ حالانکہ دنیا میں کتنی رقم اِسراف فی سبیل الشّیطٰن ہوتی ہے کتنی بے جا و محل آتشبازیوں پر روپیہ خرچ ہوتا ہے اور سینکڑوں ہزاروں روپے کھیل تماشوں میں خرچ کرتے ہیں کتنی بے جا و محل بندوقیں آسمان کے طرف چلاتی ہیں۔

تجوریوں کی تجوریاں کنجریوں کی نذر ہو جاتی ہیں۔ یہ سارے انفاق فضول اور باعث معصیت ہے۔ معترضین میں سے کسی نے بھی اس بارے میں کوئی تصنیف نہیں کی ہے۔ اور نہ ہی کوئی دیکھنے میں آرہا ہے جو کہ اس قسم کی تصنیف کر رہا ہو۔ کہ یہ روپے انفاق فی سبیل الشیطٰن ہے۔ اس میں غائبین کی رضامندی نہیں ہے اور اس میں یتیم کی مال کی حق تلفی ہوتی ہے۔ اس کام سے باز آؤ یہ بدعت ہے اور حرام ہے۔

بلکہ یہ لوگ حیلہ اسقاط پر خواہ مخواہ اعتراض کرنا اپنا شیوہ بنائے ہوئے ہیں حالانکہ یہ حیلہ اسقاط نہ فی نفسہ حرام ہے۔ اور نہ مفضی الی حرام ہے۔ اور مع ذلك برائیوں میں لوگ شیطان کی راہ میں کتنا زیادہ خرچ کرنے کے عادی بن گئے ہیں۔

اگر بلحاظ مد مقابل ایک مستحسن کام میں لوگ خرچ کرنے کے عادی ہو جائیں تو کیا حرج ہے۔ لہذا اس حیلہ اسقاط کے رد میں تالیفات کرنا محض غلط خیال ہے اور ہم نے صرف یہ گفتگو کی۔ کہ یہ حیلہ اسقاط حرام کام نہیں ہے۔ اور اس میں میّت کو نفع حاصل ہوتا ہے۔ اِس وجہ سے اس کتاب کا نام " نفع الاموات بحیلۃ الاسقاط رکھا۔

اور تالیف کرنے کا ارادہ اس وجہ سے کیا۔ کہ اطفاء نار بدعت و حرمت ہو جائے اور مانعین کے تالیفات کی رو سے جو شکوک و شبہات سیدھے سادے مسلمانوں کے دلوں میں پڑ گئے ہیں وہ ختم ہو جائیں۔ اور میں ناظرین کرام سے کامل توقع رکھتا ہوں کہ اگر وہ حضرات بنظر انصاف اِس کتاب کا مطالعہ کریں تو ہرگز حیلہ اسقاط کو حرام و بدعت نہ کہیں گے اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو راہ حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین ٥ فقط والسلام مع الاکرام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تسبیحاتِ نجات

سراج الفقہاء، امام الائمہ، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:
میں نے رب العزت کو خواب میں ننانوے مرتبہ دیکھا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا اگر ایک مرتبہ پھر دیکھنا نصیب ہوا تو اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا کہ قیامت کے دن تیرے عذاب سے تیری مخلوق کیسے نجات پا سکتی ہے؟ فرماتے ہیں پھر میں نے اللہ سبحانہ تعالیٰ کا خواب میں سوویں مرتبہ دیدار کیا تو میں نے عرض کیا۔ اے میرے رب تیری ثناء عظیم ہے اور تیرے اسماء مقدس ہیں۔ قیامت کے دن تیرے عذاب سے تیرے بندے کیسے نجات پا سکتے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو صبح و شام یہ تسبیحات پڑھے اس نے میرے عذاب سے نجات پائی۔

(فتاویٰ شامی، جلد اوّل صفحہ نمبر ۳۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

سُبْحَانَ الْاَبَدِیِّ الْاَبَدِ ط سُبْحَانَ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ ط
سُبْحَانَ الْفَرْدِ الصَّمَدِ ط سُبْحَانَ رَافِعِ السَّمَآءِ بِغَیْرِ عَمَدٍ ط
سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْاَرْضَ عَلٰی مَآءٍ جَمَدٍ ط سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ
الْخَلْقَ فَاَحْصَاھُمْ عَدَدًا ط سُبْحَانَ مَنْ قَسَمَ
الرِّزْقَ وَلَمْ یَنْسَ اَحَدًا ط سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ
صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا ط سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَ
لَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ط

Print by : JAMEEL BROTHERS 0332-2316945